وقایع ورنگل

جس میں ملک تلنگانہ کے خاندان کاکتیہ کی قدیم راجدھانی ورنگل کے
موجودہ حالات نیز آثار قدیمہ کا بیان مع تاریخ ہے۔

و

بزرگان دین کے کشف و کرامات بالتفصیل درج ہیں

مزید دلچسپی کے لئے جابجا آثار قدیمہ کے فوٹو اور نقشہ جات بھی شامل ہیں

مرتبہ

مولوی محمد سلطان صاحب سررشتہ دار دفتر تعلقداری صوبہ ورنگل

مصنف

سلطانی - یادگار سلطانی - مرقع دکن - گنجینہ معلومات - اردو کا نیا قاعدہ وغیرہ وغیرہ



فہرست مضامین وقائع ورنگل



التماس صداقت اساس

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ	آثار پدید است صنادید عجم را

منشا اس تمہید اور مقصود اس عنوان سے یہ ہے کہ یوں تو آجکل ہندوستان یا دکن کے بہت سے تواریخ مختلف وضع قطع کے طبع ہوکر دستیاب ہو رہے ہیں مگر خاص خاص مقامات کے حالات تحریر کرکے شایع کرنے کی طرف لوگوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ چونکہ کسی مشہور مقام میں جانے کے بعد بادی النظر میں وہاں کے آثار قدیمہ کو دیکھکر ان کے حالات و نیز ان کے بانیوں کے قابل عبرت واقعات معلوم کرنے کی طرف ہر کسی کی طبیعت مائل ہوتی ہے اور ان کی عدم واقفیت سے جسقدر رنج و ملال گذرتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اسلئے ایسے مقامی حالات کو جہاں تک صحت کے ساتھ دستیاب ہو سکیں قلمبند و شایع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

گلبرگہ ملک دکن میں ایک ایسا مقام ہے جس کو سب سے پہلے اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ جب کہ میرا قیام بہ سلسلہ ملازمت وہاں ہوا تو میں نے بڑی محنت و جگر کاوی سے

گلبرگہ کے تاریخی واقعات کے علاوہ وہاں کے بزرگان دین کے مفصل حالات فراہم کرکے بنام **ارمغان سلطانی** المعروف **سیر گلبرگہ** طبع کرایا۔ یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول خاص و عام ہوئی کہ جسکو خود ہمارے ولی نعمی اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اس احقر کے پیش کرنے پر دست مبارک سے لیکر شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اس سے ایک گونہ تالیف و تصنیف کا شوق میرے دل میں پیدا ہوا۔ بمصداق ؎

"سمند شوق کو اک اور تازیانہ ہوا"

بناءً علیہ ایک **مختصر جغرافیہ** ملک دکن سرکار عالی تیار کرکے طبع کرایا گیا جس کو مدرسین نے بیحد پسند کیا اور مدارس میں عموماً یہی پڑھایا جانے لگا۔ اس کے بعد **اردو کا نیا قاعدہ** طبع کرایا گیا۔ یہ بھی ایسا مقبول عام ہوا کہ بہت سے مشہور اخبارات اور مستند اصحاب نے اس کے نسبت عمدہ رائے دی اور اس کی ہزارہا کاپیاں دکن ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان۔ سیلون و ممالک غیر مثل آفریقہ وغیرہ میں بھی فروخت ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ من بعد **مرقع دکن** یعنے مختصر تاریخ دکن باتصویر طبع کرائی گئی۔ اس کو گورنمنٹ نے پسند فرماکر بعطائے انعام اس مؤلف ہیچمداں کی قدر افزائی فرمائی۔ اس کے بعد میرا تبدل گلبرگہ سے بیدر پر ہوا تو بوجہہ اس کے کہ بیدر بھی گلبرگہ کے بعد سلاطین بہمنیہ کا اور ان کے زوال کے بعد سلاطین بریدیہ کا پایہ تخت رہا ہے اور بہت سے آثار قدیمہ ہنوز وہاں موجود ہیں۔ اس لئے وہاں کے بھی تاریخی واقعات اور بزرگان دین کے حالات فراہم کرکے معہ تصاویر و نقشجات وغیرہ بنام **یادگار سلطانی** المعروف **آئینہ بیدر** طبع اور شایع کرایا۔ اس کتاب کو بوجہہ مقامی تاریخ ہونے کے سرکاری دفاتر ضلع کے لئے خریدنے کی کارروائی عمل میں آئی ہے۔ اس اثنا میں اور بھی کتب مثل **اردو سکشن** **گنجینۂ معلومات** وغیرہ وغیرہ طبع اور شایع ہوئے۔ بالآخر اب میرا تبدل ورنگل پر ہو چکا۔ چونکہ ورنگل بھی کسی زمانہ میں بڑے بڑے گردن فراز اولوالعزم راجاؤں کا دار الخلافہ رہا ہے جن کی حکومت۔ شوکت۔ شجاعت و تہور کی چار دانگ عالم میں دھوم تھی اور مسلمانوں نے بڑی مشکلوں سے اس قلعہ کو فتح کیا تھا اسلئے یہاں کے مقامی حالات بھی

فراہم کر کے شایع کرنے کا قصد ہوا۔ مگر مشکل یہ ہوئی کہ امتداد زمانہ کی وجہہ سے جیسے کہ چاہیے تفصیلی حالات یہاں سے دستیاب نہو سکے تاہم جسقدر فراہم ہوسے انہیں عالیجناب راے مرلیدھر بہادر صوبہ دار صوبہ ورنگل نے بعد ملاحظہ پسند فرمایا۔ اور نیز دوستوں نے بھی اس کتاب کو جلد طبع کرنے کا تقاضہ کیا۔ لہذا اس کو زیادہ دلچسپ بنانے کی غرض سے بعض تصاویر و نقشجات عمارات مقامی کے ساتھ طبع کرا دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے ملاحظہ سے ضرور محظوظ ہونگے۔ اور مولف احقر کے حق میں دعاے خیر فرمائینگے۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندہ گنہگارم

ہیچمدان

مرقوم ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۶ھ

خاکسار

محمد سلطان



ہندو سوار

باب اول

ورنگل کے موجودہ حالات

شہر ورنگل ورنگل جو قدیم زمانہ میں ملک تلنگانہ کا دارالحکومت اور بڑے بڑے ذی جبروت و اولوالعزم راجاؤں کا راجدہانی تھا۔ بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے ۸۶ میل کے فاصلہ پر اور اس کے شمال و مشرقی گوشہ میں اسٹیشن ورنگل سے سوا میل کے فاصلہ پر بجانب شرق واقع ہے۔ اسکا عرض البلد شمالی ۱۷ درجہ ۵۸ دقیقہ اور طول البلد شرقی ۷۹ درجہ ۴۰ دقیقہ ہے۔ اس کی آبادی مغرب میں صوبہ داری سے شروع ہوکر قلعہ ورنگل پر ختم ہوتی ہے۔ اس آبادی میں حسب ذیل مواضع شریک ہیں جو اس کے محلے سمجھے جاتے ہیں:- ہنمکنڈہ۔ لشکر سنگارم۔ کمہار پلی۔ متھواڑہ۔ رامنا پیٹھ۔ گرماجی پیٹھ عرس۔ کریم آباد۔ رنگشائی پیٹھ۔ ورنگل۔ یہ تمام محلہ جات چھ میل کے اندر واقع ہیں اور ان کی مجموعی تعداد مردم شماری تقریبًا پینتیس ہزار ہے۔ منجملہ ان مواضع کے کریم آباد۔ عرس و ورنگل جاگیر ہیں۔ اسی وجہ سے محکمہ جات صوبہ داری و ضلع وغیرہ کا مستقر بجائے ورنگل کے ہنمکنڈہ قرار پایا ہے۔

نمایش طبعی وغیرہ زمین یہاں کی عمومًا کالا چلکا یا ریگڑ اور کہیں کہیں سرخی مایل ریتلی بھی ہے۔ پہاڑ متعدد ہیں مگر بے درخت۔ نواح ورنگل میں کوئی ندی نہیں ہے۔ متعدد تالاب اور کنٹے موجود ہیں۔ چنانچہ بالاسمدرم۔ بھدری تالاب۔ ست سمدرم۔ وڈپلی چرو۔ کوٹا چرو۔ کومل کنٹہ۔ چنتل چرو۔ یلما چرو۔ سوڑ چرو۔ گوپال پورا چرو۔ بندم چرو وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کا پانی زراعت کے کام میں لیا جاتا ہے۔ یہاں کی پیداوار دھان۔ جوار۔ مکائی۔ ساواں۔ تل وغیرہ ہے۔ ساواں و مکائی عمومًا رعایا کی غذا ہے۔ آبادی میں کنوئیں بکثرت ہیں جن کا پانی نمکین ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کا پانی شیریں اور خفیف الوزن ہے۔ اور وہی مشروب عوام ہے۔

آب وہوا | آب وہوا یہاں کی معتدل اور عمدہ سمجھی جاتی ہے - ایام بارش میں امساک باراں کی زیادہ شکایت نہیں ہوتی - بارش کا اوسط ۳۳ انچ ہے - موسم گرما میں بمقابلہ حیدرآباد کے گرمی زیادہ ہوتی ہے - مگر شب میں عموماً ٹھنڈی ہوا شروع ہوکر اوس گرمی کی کسی قدر تلافی کردیتی ہے - مقیاس الحرارت گرمیوں میں ۱۱۰ ڈگری تک چڑھ جاتا ہے اور جاڑوں میں ۴۷ ڈگری تک اتر جاتا ہے -

اقطاع آبادی | سب سے بڑی آبادی ہنمکنڈہ کی ہے جہاں سرکاری دفاتر صوبہ وضلع وتعلقہ واقع ہیں - ہنمکنڈہ کی آبادی ایک دامن کوہ میں واقع ہے - اس پہاڑ پر مشہور ہے کہ قدیم زمانہ میں ہنومان رہا کرتے تھے - چنانچہ اس قصبہ کا نام ابتدا میں ہنمنت گری (ہنمنت یعنی ہنومان اور گری بمعنی پہاڑ) تھا جس کو اہل تلنگانہ انم کنڈہ (انم یعنی ہنومان وکنڈہ بمعنی پہاڑ) کہنے لگے جو کثرت استعمال سے ہنمکنڈہ ہوگیا ہے - جملہ سرکاری دفاتر وڈاکخانہ وپولس چوکی تھانہ عین آبادی ہنمکنڈہ یا لشکر میں اور محکمجات صوبہ داری - صدر عدالت - بندوبست وتعلیمات محلہ صوبہ داری میں قایم ہیں - یہ محلہ خاص آبادی ہنمکنڈہ سے دو میل کے فاصلہ پر بجانب غرب واقع ہے - صدر محبس ورنگل بجانب شرق ایک میل کے فاصلہ پر متھواڑہ اور ہنمکنڈہ کے وسط میں بمقام رنگم پیٹھ تعمیر کیا گیا ہے - خاص متھواڑہ کی آبادی بمقابلہ ہنمکنڈہ کے از روئے تخمینجات مردم شماری گو کم ہے - مگر متھواڑہ چونکہ ایک تجارتی مقام ہے اسلئے یہاں خوب چہل پہل رہتی ہے - اور آبادی میں بھی یہاں کے دن بدن ترقی ہورہی ہے - اکثر بیوپاریوں نے صرف تجارت کے لئے دور دراز مقامات سے مع اپنے قبایل کے آکر یہیں سکونت اختیار کرلی ہے - اور مزدور پیشہ بھی بکثرت جمع ہوگئے ہیں - یہاں بھی ایک سرکاری ڈاکخانہ موجود ہے - آبادی سے ملا ہوا ریلوے اسٹیشن ورنگل واقع ہے - جس کے متصل مہتمم کروڑگیری کا مکان اور کچہری اور اس کے آگے آبادی سے باہر بہت دور تک متعدد گرنیاں روئی - چاول اور تیل نکالنے کی بنی ہوئی ہیں - بستی کے باہر چمڑے کے کارخانے موجود ہیں - جہاں چمڑے کی دباغت ہوتی ہے اور جوتیاں وغیرہ بھی تیار ہوتی ہیں - موضع ورنگل اندرون فصیل قلعہ آباد ہے - یہ موضع فرزندان خواجہ کریم الدین خاں صاحب کی جاگیر ہے جو قایم جنگ بہادر کے خطاب سے مخاطب تھے - عرس یعنے قاضی پورہ جاگیر ہے جس کو سلاطین قطب شاہیہ نے اخراجات حضرت سید شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی رحمۃ اللہ علیہ

سکے لئے وقف کیا تھا اب حضرت کی اولاد سے سید علی یاور صاحب سجادہ درگاہ اس پر قابض و متصرف ہیں۔ اور موضع کریم آباد حضرت ہی کی اولاد سے سید احمد بادشاہ قادری کی جاگیر ہے۔ راماناپیٹھ و کرباجی پیٹھ کی آبادی متھواڑہ سے اور کمہار پلی و لشکر سنگارم کی آبادی ہنمکنڈہ سے ملحق ہے۔ لشکر سنگارم میں ۱۲۰۶ فصلی سے ۱۲۹۶ فصلی تک گنجمنٹ کی فوج رہا کرتی تھی۔ مگر اب یہ چھاؤنی برخاست ہو چکی ہے۔ رنگشائی پیٹھ ایک بڑی آبادی ہے جس میں زراعت و تجارت پیشہ لوگ زیادہ ہیں۔

بازارات　ہنمکنڈہ گو مستقر صوبہ ہے مگر یہاں کوئی بازار قابل ذکر نہیں۔ معمولی خرید و فروخت ہوتی ہے البتہ متھواڑہ ایک مشہور تجارت گاہ قدیم زمانہ راجگان ورنگل سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ اوس زمانہ میں بھی مرکز تجارت تھا اور اب بھی اس بازار میں تجارت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اکثر بیوپاری غلہ۔ قالین۔ پارچہ وغیرہ خریدنے کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ اضلاع ورنگل و کریم نگر کا جسقدر غلہ قابل فروخت ہوتا ہے وہ یہیں آکر فروخت ہوتا ہے۔ یہاں کے تجارت پیشہ اس غلہ کو خرید کر اسٹیشن ورنگل سے دوسرے مقامات پر روانہ کر دیتے ہیں۔ روزانہ خرید و فروخت بیس پچیس ہزار روپیہ تک ہوتی ہے۔ اس بازار کے دو حصے ہیں۔ ایک قدیم اور ایک جدید۔ جدید بازار ۱۳۰۵ فصلی میں بزمانہ صوبہ داری نواب انتصار جنگ وقار الملک بہادر تعمیر ہوا ہے جو انتصار گنج کے نام سے مشہور ہے۔ اس ایجاد کے بانی مبانی نواب فرامرز جنگ بہادر اول تعلقدار وقت تھے۔ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس بازار کے امکنہ بہت ہی سلیقہ کے ساتھ ایک ہی وضع اور قطع کے جن کے سامنے برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ تعمیر پائے ہیں۔ یہ تعمیر یہاں کے متمول ساہوکاروں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے کی ہے۔ ان دوکانوں کے بیچ میں بڑی عرض کی پختہ سڑک ریلوے اسٹیشن ورنگل تک بنی ہوئی ہے۔

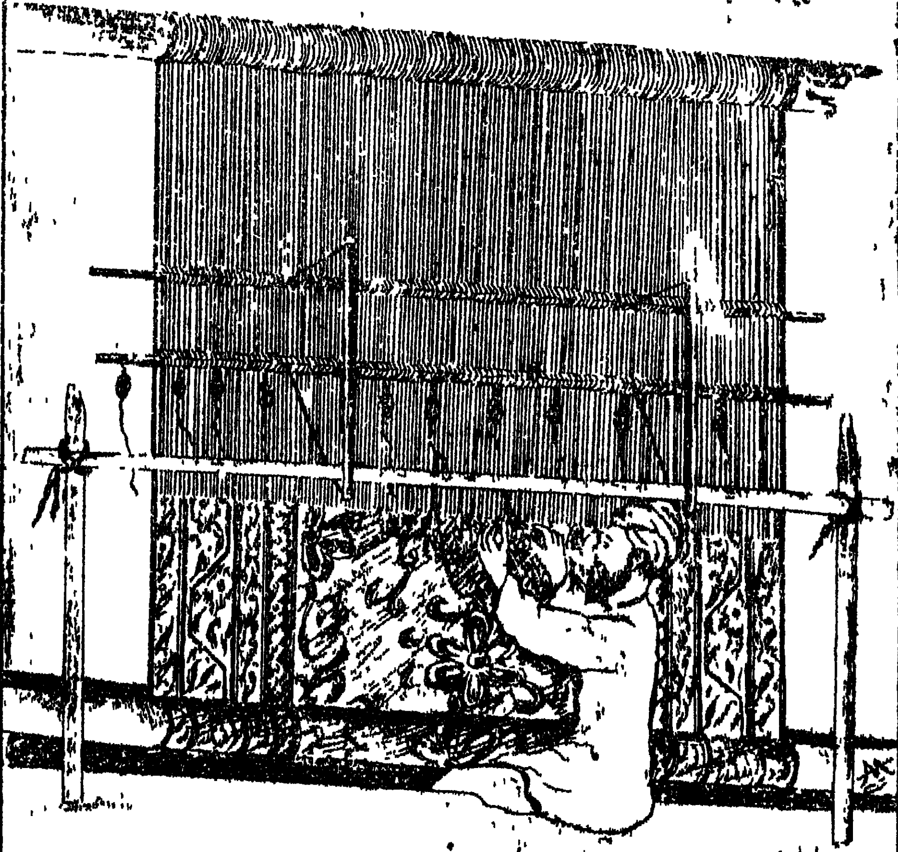
یہاں کا مروجہ سیر ۸۰ تولہ یا ۸۴ روپیہ وزن کا ہے۔ غلہ اکثر ماپ سے خرید و فروخت ہوتا ہے۔ جو ماپ یہاں مستعمل ہیں ان کے نام سولگہ۔ اڈا۔ کنچہ۔ ارسہ ہیں۔ ان کی وزنی تعداد اس طرح ہے۔ سولگہ ۸ ثار۔ اڈا ۷ ثار۔ کنچہ ۱۴ ثار۔ ارسہ ۲۸ ثار۔ گو یہاں پائلی کا ماپ رائج نہیں۔ مگر ماپ کے وقت ۴ سولگہ یا ۳½ سیر کو پائلی کہتے ہیں۔ ۴ پائلی یا چودہ سیر کا

کچھ ہوتا ہے۔ ۴ کچہ یا ۵۶ سیر کا من۔ اور ۲۰ من یا ۱۱۲۰ سیر کی ایک کھنڈی ہوتی ہے۔ روغن اور نمک وغیرہ اجناس ہمیشہ وزن سے فروخت ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کے وزن کا من ۱۲ سیر کا ہوتا ہے۔ ڈیڑھ سیر کی ٹکڑی اور ۸ ٹکڑی کا ایک من ہوتا ہے۔ مال یہاں منوں کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اشیاء درآمدہ میں نمک۔ سفید شکر۔ تاڑ گاگڑ۔ کھوپرا۔ کھجور۔ بادام۔ لونگ۔ الائچی۔ افیون۔ گرم مصالح چاندی۔ سونا۔ تانبا۔ پیتل۔ پارچہ ولایتی وغیرہ۔ اور اشیاء برآمدہ میں چاول۔ جوار۔ گیہوں۔ مونگ۔ کپاس۔ تل۔ ارنڈی۔ تمباکو۔ شطرنجیاں۔ قالین۔ دیسی پارچہ وغیرہ ہے۔ جو اقوام تجارت میں عموماً مصروف ہیں وہ کومٹی۔ مارواڑی۔ میمن اور ستبے ہیں۔ یہ لوگ تجارت کے علاوہ ساہوکارا بھی کرتے ہیں۔ چونکہ مارواڑی یہاں بہت کم ہیں اسلئے ساہوکارا اور جملہ بیوپار اکثر کومٹیوں کی ہاتھوں میں ہے۔

صنعت و حرفت

ہنمکنڈہ میں خوشنما رومال اور سوسی کے تھان اور اقسام کے سوتی و ریشمی موٹی و باریک ساڑیاں۔ کرتے۔ قمیص اور شیروانیوں کے لائق پارچہ کے تھان تیار ہوتے ہیں جو عموماً حیدرآباد و دیگر مقامات کو بھیجے جاتے ہیں۔ رومال کے تھان کو طاقہ کہتے ہیں جو طول میں بارہ گز اور قیمت میں چھ روپیہ کا ہوتا ہے۔ تخمیناً دس ہزار روپیہ کا پارچہ سالانہ یہاں تیار ہوتا ہے۔ ہنمکنڈہ میں مختلف قسم کے فولادی ہتیار مثل تلوار۔ جنبیہ۔ چھری وغیرہ ہاتھی دانت و دیگر قبضوں کے بنتے ہیں۔ ان کے بنانیوالے عموماً وہی مسلمان ہیں جو خاص اون ایرانیوں کی اولاد سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی چڑھائی کے زمانہ میں آکر یہیں بود و باش اختیار کرلی تھی۔ ان آلات کی تیاری میں انگریزی فولاد کے مقابلہ میں دیسی فولاد زیادہ کام میں لایا جاتا ہے جس کا معدن موضع کناسمدرم پٹی بیمگل تعلقہ آرمور ضلع نظام آباد میں ہے۔

قصبہ مٹھواڑہ۔ کریم آباد اور قلعہ ورنگل میں قالین بافی کے بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں جنمیں اونی۔ سوتی اور ریشمی ہر قسم کے قالین تیار ہوتے ہیں۔ قالین باف بھی عموماً مسلمان ہیں۔ جو مثل ہنمکنڈہ کے ہتیار ساز کے ایرانی النسل کہلاتے ہیں۔ اوسط درجہ کا قالین کم سے کم پانچ روپیہ اور اعلیٰ درجہ کا ہزار روپیہ تک تیار ہوتا ہے۔ سنہ ۱۲۹۸ فصلی میں تقریباً پچہتر ہزار روپیہ کے قالین



(قالین بافی)

ولایت بھیجے گئے تھے جہاں ان کی بڑی قدر ہوئی - مگر بعد میں جب کہ رنگ ناپائدار دینے لگے تو ان کی مانگ کم ہوگئی جس کی وجہ سے ان لوگوں کا بہت بڑا نقصان ہوا - اوس وقت سے پھر رنگ پختہ دیا جا رہا ہے - اور لاکھوں روپیہ کے - ریشمی - سوتی - اونی قالین یہاں سے بلدہ حیدرآباد و دیگر مقامات و ممالک غیر کو بھیجے جاتے ہیں - جس کی وجہ سے یہ شاخ صنعت و حرفت زیادہ ترقی پذیر ہے - قالین بافی کے علاوہ خالص ریشمی پارچہ مثل پتامبر - ساڑی - چولی وغیرہ کے تیار ہوتا ہے - پتامبر کی قیمت پندرہ روپیہ سے چالیس روپیہ تک ہوتی ہے - اسمیں گدنا بمبئی سے آیا ہوا ریشم لگایا جاتا ہے - جس کو یہاں کے باشندے خود دھوکر اکثر نیلا یا زرد یا سیاہ رنگتے ہیں -

یہ ریشمی مال گو مضبوط ہوتا ہے مگر اسقدر اسمیں صفائی نہیں ہوتی جسقدر کہ پونہ و پٹن (تعلقہ ضلع اورنگ آباد) کے مال میں ہوتی ہے اسلئے اس میں بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے - یہ مال سالانہ بیس بائیس ہزار روپیہ کا تیار ہوتا ہے اور عموماً ورنگل اور اس کے اطراف کے تعلقات ہی میں فروخت ہو جاتا ہے - یہاں چھوٹے چھوٹے ریشمی تھان اور رومال بھی تیار ہوتے ہیں جن کو اکثر یہیں کی متمول رعایا اور عہدہ دار خرید لیتے ہیں - ریشمی تھان سات گز کا ہوتا ہے اور اس کی قیمت بیس روپیہ تک ہوتی ہے -

موضع حسن پرتی تعلقہ ورنگل قصبہ ہنمکنڈہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - یہاں ٹسر کے تھان تیار ہوتے ہیں - ان کا کپڑا صاف - خوش قماش اور پائدار ہوتا ہے - ایک تھان کی قیمت زیادہ سے زیادہ دس روپیہ ہوتی ہے - ایک تھان میں دو شروانیاں تیار ہو سکتی ہیں - یہ ٹسر اون کیڑوں سے پیدا ہوتا ہے جو پاکھال کے جنگل اور اوس سے ملحقہ تعلقات ضلع کریم نگر میں پرورش پاتے ہیں - موسم گرما میں یہ کیڑا اسیری کے درخت پر نظر آتا ہے اس کو کویا واڑ قوم کے لوگ جو مذہباً ہندو ہوتے ہیں - پہچانتے ہیں - ان کے نر و مادہ کی شناخت اسی قوم کو ہے - یہ لوگ اون کیڑوں کو لاکر نر و مادہ میں اختلاط کراتے ہیں - اس سے دو ڈھائی سو انڈے پیدا ہوتے ہیں - ان انڈوں کی حفاظت کیجاتی ہے - پندرہ دن کے بعد ان انڈوں سے کرمک پیدا ہوتی ہے - ان کی غذا کے لئے پدادہرسی اور نلامدی کا پتا مقرر ہے - جب یہ کرمک کسیقدر بڑھ جاتی ہے تو ان کو نلامدی کی شاخوں پر بٹھا دیتے ہیں - یہ کیڑے اسی جگہ رہ کر اپنا مسکن یعنے بڑے بناتے ہیں - جنسے ٹسر نکلتا ہے - بڑے جب کارآمد ہو جاتے ہیں تو کویا واڑ ان بڑوں کو بحساب فی روپیہ ڈھائی سو بڑے ویانڈلہ واڑ قوم کے ہاتھ بیچڈالتے ہیں یہ لوگ مذہباً پنچ قوم کے ہندو ہوتے ہیں جو ان بڑوں کو خرید کر ایک ظرف میں ڈالتے ہیں اور اسمیں پانی بھر کر راکھ اور گھانس ڈالکر جوش دیتے ہیں - اس عمل سے ان بڑوں میں منھ پیدا ہو کر تار نکلنے لگتے ہیں - یہ لوگ اس قدیم طریقہ کے سوائے دوسری ترکیب اختیار کرنا مذہباً برا جانتے ہیں - ورنہ ممکن تھا کہ زمانہ موجودہ کے کثیر المنفعت و سہل طریقوں سے تجارت کو فروغ ہونے کے علاوہ ان کی مالی حالت بھی درست ہو جاتی - ویانڈلہ واڑ ان بڑوں کو پٹوگیروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جو دیہات میں ان کی خریدی

کے سنے بنایا کرتے ہیں - پٹوگر یہ ترسے چھ روپیہ ہزار کے حساب سے خرید کر لیتے ۔ صاف ریشم اُتار لیتے ہیں - ساٹھ کیڑوں میں ڈھائی تولہ یعنے فی روپیہ ۲۰ تولہ ریشم نکلتا ہے۔ دیسی ریشم کے مقابلہ میں یہ قریب دو چند کے ہوتا ہے۔ اس کو مختلف رنگ دیکر یہ چھوٹے گز کے تھان بنتے ہیں جس کی قیمت بھی پچیس روپیہ تک ہوتی ہے - ان لوگوں سے لیتے ہیں اور یہ برہمن و نیال وغیرہ جو قوم زنار دار ہیں ایسے لوگ پاتے اور کھانے کے وقت باندھتے ہیں اس قسم کا مال یہاں سالانہ تقریباً نو ہزار روپیہ کا تیار ہوتا ہے - یہاں خالص ریشم سے تقریباً پندرہ ہزار روپیہ سالانہ کا ریشمی پارچہ تیار ہو کر فروخت ہوتا ہے -

چمڑے کی دباغت کے چار پانچ کارخانے بھی مٹھواڑہ میں قائم ہیں اور اس کام کا ٹھیکہ انہوں نے لیا ہے - گائے، بیل، بھینس، بکرے وغیرہ کے چمڑے خرید کر یہ لوگ بعد دباغت دراس بھیجتے اور اس سے نفع اٹھاتے ہیں -

مدارس یہاں کُل پندرہ مدارس سرکاری جاری ہیں جن میں سے آٹھ لڑکوں کے اور سات لڑکیوں کے ہیں - اول الذکر مدارس کے منجملہ ایک ہائی اسکول و ایک اپر پرائمری اسکول ہنمکنڈہ میں - ایک اپر مڈل اسکول اور ایک مدرسہ اسلامیہ امدادی مٹھواڑہ میں - ایک اپر پرائمری اسکول رنگشائی پیٹھ میں - اور ایک ایک لوئر پرائمری اسکول محلہ صوبہ داری - کرباجی پیٹھ و رامنا پیٹھ میں ہیں - اور ثانی الذکر مدارس کے منجملہ اردو کا ایک اپر پرائمری اسکول مٹھواڑہ میں اور ایک ایک لوئر پرائمری اسکول ہنمکنڈہ - کمہار پلی رنگشائی پیٹھ و کرباجی پیٹھ میں اور تلنگی کا ایک ایک لوئر پرائمری اسکول مٹھواڑہ اور ہنمکنڈہ میں جاری ہے - لڑکوں کے تمام مدارس میں اردو اور تلنگی کی تعلیم دیجاتی ہے - اور اس کے علاوہ ہائی اسکول میں بطور زبان اول و مڈل اسکول میں بطور زبان دوم انگریزی پڑھائی جاتی ہے - مدرسہ اسلامیہ میں لڑکے مذہبی تعلیم پانے کے علاوہ امتحانات مولوی و منشی کے لئے تیار کرائے جاتے ہیں - ان کُل مدارس میں تقریباً (۱۳۰۰) طلبہ زیر تعلیم ہیں - جن میں سے (۹۰۰) لڑکے اور (۴۰۰) لڑکیاں ہیں - ان سرکاری و امدادی مدارس کے علاوہ یہاں متعدد خانگی مدارس بھی موجود ہیں - جن میں پانچ چھ سو

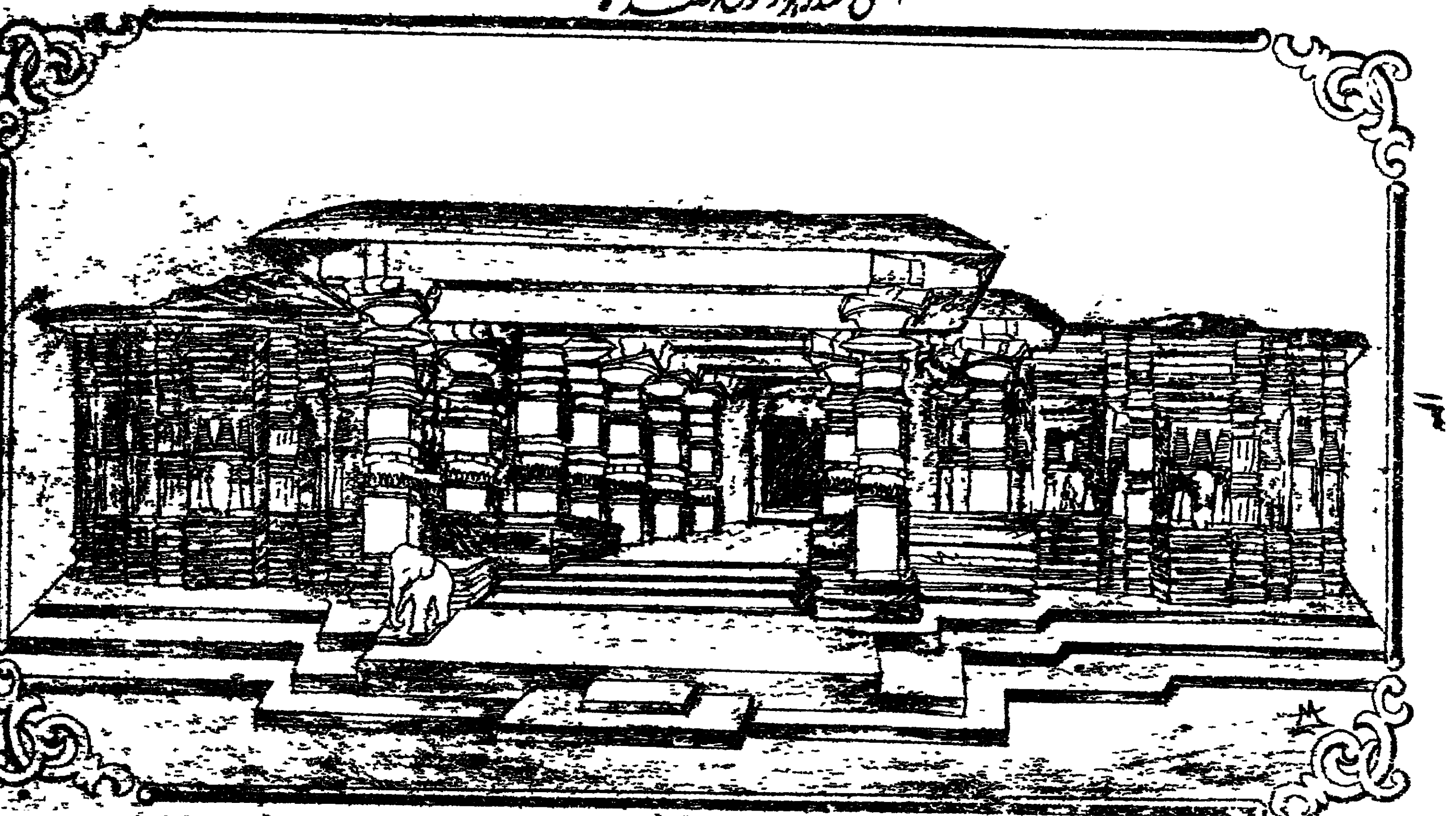
طلبہ تعلیم پاتے ہیں - باوجود ورنگل ایک مشہور و معروف صنعت وحرفت کا مقام ہونے کے یہاں پر جو مدرسہ صنعت وحرفت جاری تھا وہ بلدۂ حیدرآباد میں منتقل ہوچکا ہے لہذا مقامی لوگوں کے لئے اس مفید مدرسہ کی یہاں سخت ضرورت ہے -

آثار قدیمہ آثار قدیمہ کے لحاظ سے ورنگل کچھ کم ممتاز نہیں ہے - کیونکہ گذشتہ زمانہ کے راجاؤں نے اپنی یادگاریں بہت سے خوشنما مفید وکارآمد عمارتیں تعمیر کر کے چھوڑے ہیں جس سے اس زمانہ کے ہندوؤں کی اولوالعزمی - بلند خیالی - پیش بینی - عاقبت اندیشی - ہنرمندی - ہنرپسندی - طرز زندگی ان کے اخلاق وعادات کی کیفیت اور مذہبی حالات واعتقادات ظاہر ہوتے ہیں - چنانچہ ان بڑے بڑے عمارتوں کے آثار وعلامات جو ان راجاؤں کے زمانہ کے تیار شدہ ہیں ہنوز قایم وموجود ہیں سب سے قدیم مشہور مندر پدماکشی دیبی کا ہے - جو کوہ ہنمکنڈہ کے عقب میں ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے - مشہور ہے کہ اسی دیبی نے راجہ مہادیو ورما کو جو سلطنت ورنگل کا بانی تھا اوس کے بچپن کے زمانہ میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک بہت بڑا زبردست راجہ ہوگا جسکی شجاعت وحکومت کی چار دانگ عالم میں دھوم ہوگی - اور اس سلطنت کا ڈنکا اس کے خاندان میں ہزار سال تک بجتا رہیگا - چنانچہ کل راجگان ورنگل اس دیبی کے بڑے معتقد تھے - آج تک بھی اس کا دیوا لہ عام درشن گاہ اہل ہنود ہے - دور دور سے ہندو عقیدتمند اس کی پوجا کے لئے یہاں آیا کرتے ہیں - سرکار سے سات بیگھہ زمین انعام اس مندر کے نام جاری ہے - جسکا سالانہ محاصل پچہتر روپیہ ہوتا ہے - اس پدماکشی دیبی کے اور تین بہنیں کاماکشی - میناکشی وورگا دیبی بہت مشہور ہیں - ان کے منادر علی الترتیب کانجی ورم - مدیورا اور بجواڑہ علاقہ مدراس میں موجود ہیں مگر بعض لوگوں کا قول ہے کہ درحقیقت یہ کل مندر ایک ہی دیبی کے ہیں - جو مختلف مقامات میں مختلف نام سے مشہور ہے - پدماکشی کی دیول سے تقریباً آدھے میل پر بجانب شرق ایک پہاڑی کے دامن میں مشہور کاچیرا پاسند ر موجود ہے جہاں ہنوز پوجا پاٹ ہوا کرتی ہے - بھدری تالاب کے کنارے پر جانب شمال ایک قدیم مندر دامن کوہ میں بنا ہوا ہے - جو ہنمکنڈہ کی آبادی سے بالکل قریب ہے - اگرچہ کہ اب تک یہ مندر کہیں سے خراب نہیں ہوا ہے اور اسکے اندر ایک بہت بڑا بت بھی موجود ہے - لیکن یہاں پوجا پاٹ نہیں ہوتی ہے -

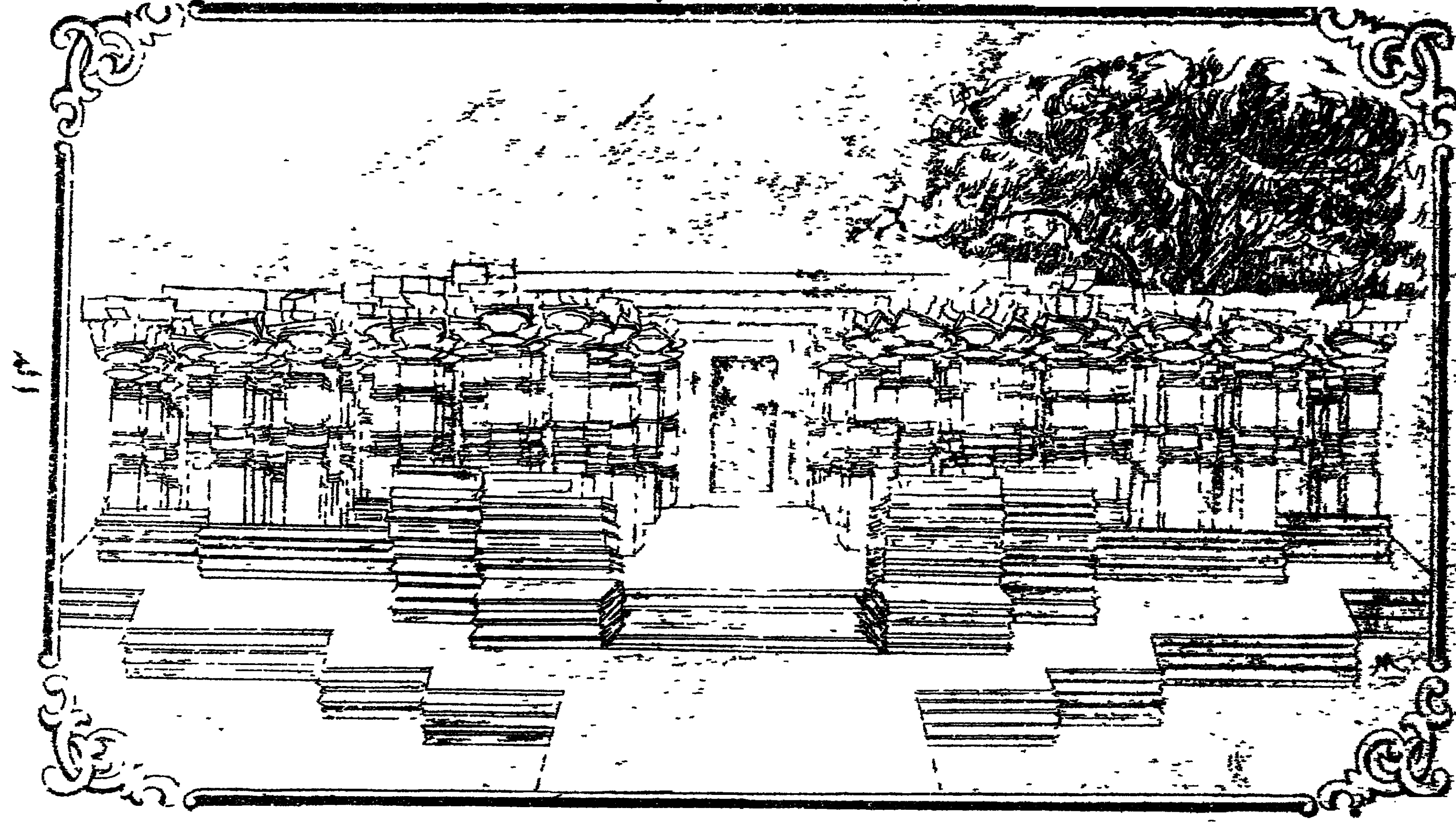
یہ مندر بالکل ویران حالت میں ہے۔ ان قدیم منادر میں سے وہ دیول جہاں کثرت سے پوجا کے لئے لوگ آیا کرتے ہیں اور جس کی سالانہ جاترا ہوتی ہے۔ انتصار گنج مٹھواڑہ میں ہے۔ اس مندر کے صدر دروازہ کے مقابل صحن کے قریب دو ستون پتھر کے تقریباً نو نو فٹ بلند نصب کئے گئے ہیں۔ جن پر جاترا کے زمانہ میں روشنی ہوا کرتی ہے۔ اس مندر میں منجانب سرکار نوبت مقرر ہے۔ جو روزانہ بجتی ہے۔ علاوہ ان کے اور بھی دیول یہاں موجود ہیں جو زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ ہنمکنڈہ کے پہاڑ پر آبادی کے جانب متعدد تصاویر انسان کے بنے ہوئے ہیں۔ ان سب میں جو بڑی ہے اس کے نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بانیان تصویر نے ایک بیش بہا خزانہ دفن کر دیا ہے۔ اس تصویر کی نگاہ میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ جس طرف سے دیکھو اس کی نگاہ دیکھنے والے کی طرف ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا ہے جو حضرت محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام کا چلہ ہے۔ عین آبادی میں مٹی کی گڑھی موجود ہے جو اب افتادہ ہو چکی ہے۔ یہ سب قدیم اور معمولی طرز کی عمارتیں ہیں جن کا بیان بالاجمال کر دیا گیا ہے۔ اب ذیل میں کسیقدر تفصیل کے ساتھ حالات سنگین مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ اور قلعہ احشام ورنگل قلمبند کئے جاتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہ ہونگے۔

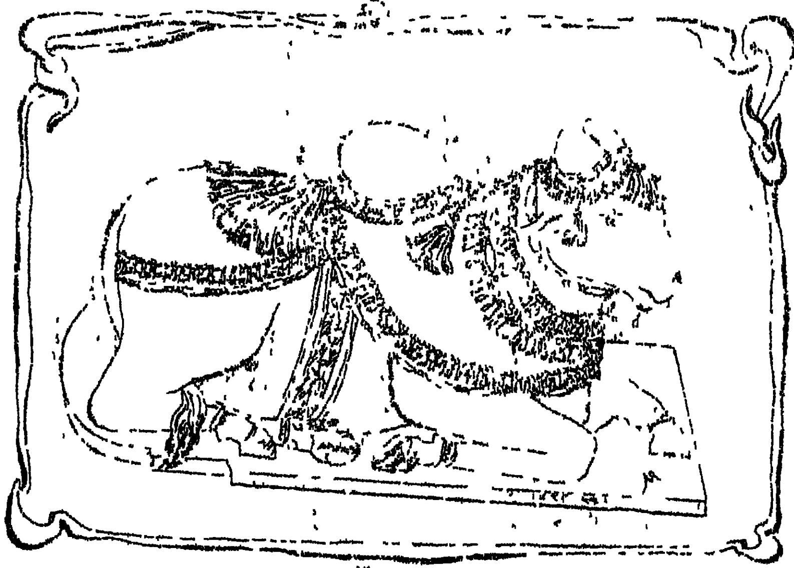
ہزار کھم کا دیول ہنمکنڈہ میں اندرونِ آبادی ایک سنگین مندر قدیم زمانہ کا موجود ہے جس کو ہنموانتھمبہ مولا گڑھی کہتے ہیں۔ گو اب تک بھی اس دیول کا اصل حصہ مستحکم و پائدار ہے مگر اس کے سامنے کا ہزار ستون کا منڈپ جو صناعی کا ایک دلکش نمونہ ہے اور جسکی وجہ سے یہ مندر "ہزار کھم کی دیول" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے ستون جو نہایت خوش وضع ہیں اور ایک ہی پتھر میں تراشے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جا بجا سے گر پڑے ہیں اور بعض قریب انہدام ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہلے اس منڈپ کے ہزار ستون تھے مگر اب بہت سے گر کر صرف دو ڈھائی سو باقی رہ گئے ہیں۔ اور جو کچھ باقی ہیں ان میں سے اکثر ستون اپنی عمودی حالت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ غرضکہ یہ عمارت نہایت مخدوش حالت میں ہے۔ اگر سرکاری صرف سے اس کی سنبھال کے لئے جا بجا جدید استادے تعمیر کرا دئے جاتے تو اس میں شک نہیں کہ اب تک عمارت ڈھ کر فرش زمین ہو جاتی۔ اس منڈپ اور دیول کے بیچ میں چار سنگین ستون

اصل مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ



مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ





(نندی یعنی بسونا)

ایک چھت پتھر کی بنی ہوئی تھی جس کے نیچے دیول کے مقابل سنگ سیاہ میں ایک قوی الجثہ بیل کی مورت (جس کو تلنگی زبان میں نندی اور کنڑی میں بسونا کہتے ہیں) تراش کر رکھی ہوئی ہے - چھت کے گر پڑنے سے اب یہ بیل ایک جانب ٹوٹ گیا ہے جو قدیم زمانہ کی کاریگری کا ایک خاصہ نمونہ ہے -

اصل دیول پانچ فٹ کی بلند کرسی پر بنا ہے جو چنداں وسیع نہیں ہے - اس دیول کے تین درجے ہیں - اور زینہ پر سنگین برآمدہ بنا ہوا ہے - پہلے درجہ میں ایک مربع شکل کا پیش دالان ہے - جس کا طول و عرض پندرہ پندرہ فٹ کا ہے - دوسرے درجہ میں وسیع دالان مربع شکل کا موجود ہے جسکا طول و عرض چوبیس چوبیس فٹ کا ہے - اس وسیع دالان میں بشکل مربع چار سنگین ستون پندرہ پندرہ فٹ کے فاصلہ پر چھت کو سنبھالے ہوئے استادہ ہیں - اس دالان کے تین طرف شمال و مشرق و مغرب میں کمرے بنے ہوئے ہیں اور دیول کا رخ جنوب کی طرف ہے - ان ستونوں اور خصوصاً کمروں کے سنگین دہلیزوں کی صناعی نہایت دلکش و حیرت خیز ہے - یہ ستون بڑی خوبصورتی اور

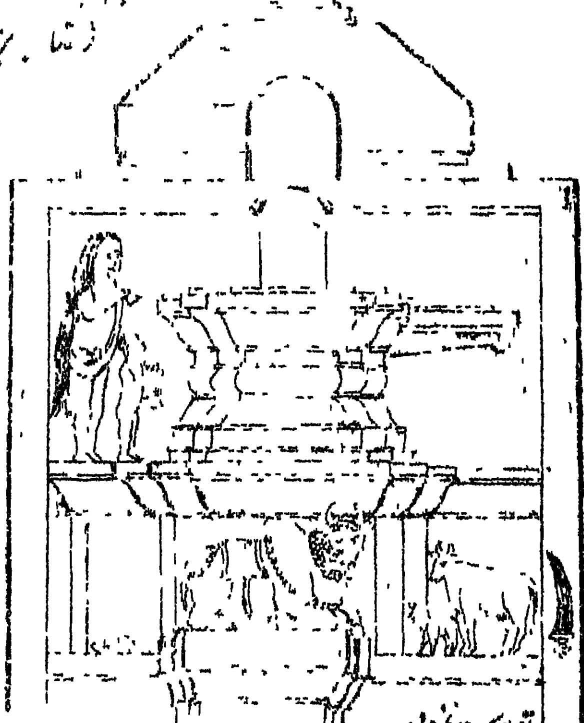
نزاکت سے تراشے گئے ہیں یعنی ہر ستون کے وسط میں دو دو مربع شکل کے مندیر سے بنے ہوئے ہیں جن کے نیچے اوپر گول اور ہشت پہلو مختلف وضع قطع کا نقش و نگار کیا گیا ہے۔ ان کے اوپر کا حصہ نیچے کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ ان ستونوں کے منجملہ ایک ستون میں جو پیش دالان میں ہے بجائے گلکاری کے صناع نے ایک انسان اور ایک مچھلی کی شکل الٹی بنا دی ہے جس کا مقصد و مطلب برآمد نہیں ہو سکتا۔ بیچ کا کمرہ جو دیو کی نشست کا ہے اس کے دو درجہ ہیں۔ سر دست اس میں کوئی دیو وغیرہ نہیں ہے اور نہ یہاں کوئی پوجا پاٹ ہوا کرتی ہے۔ اندرونی درجہ کی چوکھٹ جو ایک ہی پتھر میں تراشی ہوئی معلوم ہوتی ہے عجیب و غریب نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ اقسام کی گلکاری کے علاوہ ہر دو جانب ایک ایک قطار میں گانے بجانے والوں کے تصاویر اور اس کے بعد ہاتھی پر شیر ببر کی تصاویر بعوض گل بوٹوں کے بنے ہوئے ہیں اور اس چوکھٹ کے سر سے پر ایک برآمدے کی شکل بنا کر اس میں لچھمی دیبی زوجہ وشنو کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اس چوکھٹ کی کاریگری ایک اعلیٰ درجہ کی قدیم صناعی کا قابل دید نمونہ ہے۔ باہر کی چوکھٹ میں ہر دو جانب خوبصورت سنگین ستون کے درمیان ایک خوش وضع سنگین جالی تراشی گئی ہے اور اس کے سر سے پر برہم کی مورت بنی ہے۔ اس کمرہ کے مقابل دالان کے بائیں گوشہ میں ہنومان کی ایک مختصر شکل بنائی گئی ہے۔ ان سب علامتوں کے لحاظ سے یہ مندر پیروان وشنو کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی دائیں جانب جو کمرہ بنا ہوا ہے اور جو بالکل اسی وضع قطع کا ہے اور اس کی صناعی میں بھی کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ اس کے دیکھنے سے یہ تصور جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ اندرونی حصہ میں اس کمرہ کے بہت بڑی لنگ کی مورت رکھی ہوئی ہے۔ اور اس کے اندرونی چوکھٹ پر بجائے لچھمی دیبی کے گنپتی کی اور بیرونی چوکھٹ پر سیو کی مورت بنی ہوئی ہے اور یہ سب علامتیں خاص سیو مت والوں کی مندروں کے ہیں۔ اسلئے یہ مندر ان دونوں فریق میں سے کسی کا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ بائیں جانب کے کمرے کے ملاحظہ سے جو مثل دیگر کمروں کے ہے اس بات کی کما حقہ تصدیق ہوتی ہے جس میں سوریا دیو کا سنگھاسن یعنی تخت

رکھا ہوا موجود ہے۔ اور اندرونی دہلیز پر لچھمی دیوی کی تصویر اور بیرونی دہلیز پر بیوی کی مورت
بنی ہوئی ہے۔ پس ان علامتوں سے ثابت ہوا کہ یہ دیول خاص اسمارتھ مت والوں کا ہے۔ جو
شیو اور وشنو و سورج کو مساوی مانتے اور ان سب کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مندر کے
کتبہ سے بھی ثابت ہے کہ اس کی تعمیر اسمارتھ مت کے طریقہ پر ہوئی ہے۔ اور راجایان دنگل بھی
اسی مذہب اسمارتھ کے پیرو تھے مگر آخری راجاؤں کا رجحان جین مت کی طرف زیادہ ہو گیا تھا۔
جس کا ثبوت قدیم تواریخ سے بھی ملتا ہے۔ اس دیول کے ستون اور محرابوں پر چند کتبے قدیم تلنگی
زبان میں ہیں اور اب اس قدر مٹے ہوئے ہیں کہ ان کا پڑھنا دشوار ہے۔ اس دیول کے جانب
غرب تقریباً [illegible] فیٹ کے فاصلہ پر پوجاریوں کے رہنے کے لئے ایک بہت بڑا سنگین کمرہ
۳۴ فیٹ مربع بنا ہوا ہے۔ اس دیول کے عقب میں ایک وسیع باؤلی پختہ سنگ بست مع
زینہ موجود ہے۔ اور ہنوز اچھی حالت میں ہے۔ مگر اس کا پانی گہرا اور پینے کے قابل نہیں ہے
اس دیول کا قدیم سنگین دروازہ بجانب شرقی کوئی سو قدم کے فاصلہ پر بنا ہوا موجود ہے۔
مگر اس کی تعمیر بالکل سادی اور دیول کی تعمیر سے بہت دنوں بعد کی معلوم ہوتی ہے۔ اب اس
دروازہ کے سوائے کوئی قدیم دیوار کی پیوند کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ رعایا کے مکانات اس دیول
سے قریب تک بنے ہوئے موجود تھے۔ اور یہ دیول ان میں بالکل محصور ہو چکا تھا مگر جناب
راجہ مرلیدھر بہادر صوبہ دار کے زمانہ میں بتائید جناب کیاسن والکر صاحب بہادر معین المہام
ان مکانوں کے مالکوں کو کافی معاوضہ دیکر بعد انہدام امکنہ ایک نہایت پختہ سنگین کمپونڈ وال
دیول کے اطراف چہار جانب سرکار سے تعمیر کرا دی گئی ہے جس سے اس دیول کی رونق بہت
بڑھ گئی ہے۔ اس قدیم دروازہ دیول کے متصل ایک کتبہ سنگ سیاہ کا بشکل مستطیل
تقریباً ۵ فیٹ بلند استادہ ہے۔ جس کے چاروں رخ پر تحریر کندہ ہے۔ اور تحریر کے
اوپر تصاویر بنے ہوئے ہیں۔ یہ تحریر آبیہ اور تلنگی مشترکہ زبان میں ہے۔ اور جا بجا اس
میں سنسکرت کے شلوک شامل ہیں۔ یہ کتبہ نہایت مغتنمات سے ہے۔ کیونکہ اس میں شجرہ

نقشہ ۔ ہر چہار سمت مندر [illegible]

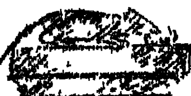


تصویر سمت شمالی

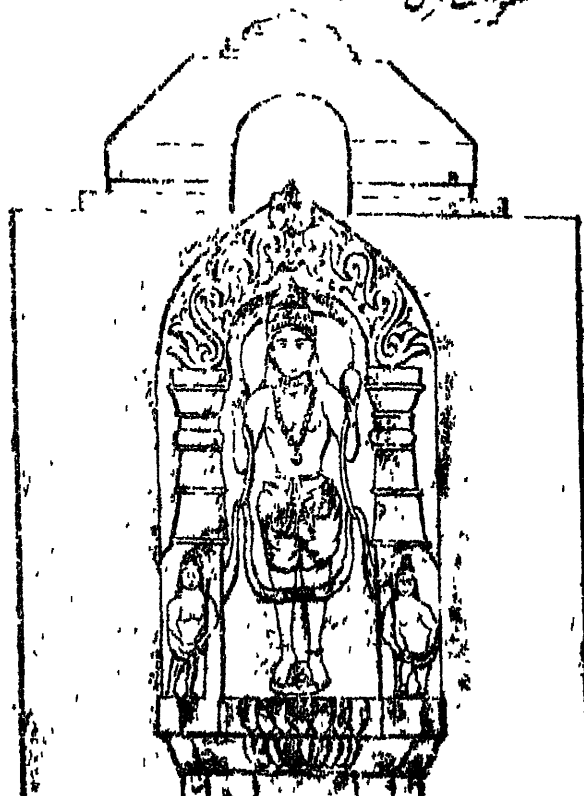


تصویر سمت غربی





تصویر سمت جنوبی



انگنا(ن) ورنگل [illegible] اونچا ایک اسپ [illegible] سوار [illegible] کے زمانہ [illegible] میں [illegible]
[illegible] مطابق [illegible] مطابق [illegible] گیا ہے چنانچہ
اس کتبہ کا خلاصہ ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

[illegible]

"کاکتیہ خاندان کے [illegible] راجہ [illegible] میں [illegible]
[illegible] کرتے تھے۔ [illegible] شمالی [illegible] مہیپتی بیان
نام [illegible] راجہ [illegible] سے [illegible] رودر [illegible]
اور [illegible] قائم کرتا ہے [illegible] تاریخ [illegible] وراہ
اوتار کو [illegible] الفاظ کے ساتھ [illegible] وراہ اوتار ایسا ہے کہ جب
[illegible] غرق ہوگئی تو [illegible] اس وقت ساتوں سمندر
نہایت [illegible] کے ساتھ [illegible] وراہ اوتار کے ناخن پا کے
سامنے کے حصے تک پہنچے اور سات طبق زمین اور سات طبق آسمان یعنی تین لوک
اون وراہ سوامی کے دانت کے نوک کے ایک حصے میں جا سمائے یعنی ٹھیر گئے۔
اور کل [illegible] ان کے وجود [illegible] رہتے ہیں۔ پس
میں ایسے وراہ سوامی کو سجدہ کرتا ہوں۔ ان کے بعد گنپتی کو [illegible] جو علم
کی بخشنے والی ہیں۔ اون سے یہ [illegible] کہ جیسے ماں دودھ کی لہر منھ میں دیتی ہے
ایسے علم کی لہر میرے منھ [illegible] جاری کردے اس لئے میں تم کو بھی سجدہ کرتا ہوں
میں (مصنف) [illegible] خاندان [illegible] درج کرتا ہوں۔ راجہ
رودر [illegible] کی [illegible] یعنی سلسلہ خاندان کا اظہار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ :-
خاندان کاکتیہ میں سری [illegible] راجہ ہوئے جو بڑے

نامی گرامی بہادروں کے گروہ سے تھے۔ دشمنوں کی زمینوں کو میدان بنا دینے والے۔
خاندان کاکتیہ کے جوہر اعدا کے دلوں کو پریشان کرنے والے۔ اور بڑے بڑے مخالف
اور دشمنوں کے جگر کو ہلا دینے والے۔ خداپرست اور بڑے بڑے عالم اور بزرگواروں کے
خدمت گذار۔ روزانہ غریب دکھیاؤں کو خیرات دینے والے۔ اپنی عورت کے دل کو خوش
رکھنے والے اور پرائی عورتوں کو ذلیل و خوار کرنے والے۔ معرکہ جنگ میں راجاؤں
پر غالب آکر ان کو اپنا فرماں بردار بنانے والے۔ اور اپنی مملکت میں بہت اچھا انتظام
رکھنے والے تھے۔ ان کا بیٹا پرول راج بڑا خداپرست اور بزرگوں کی عزت کرنیوالا
اور نامی دشمنوں کی خبر لینے والا۔ بالکل بے خوف اور معرکہ جنگ میں لنکیشور کے مانند تھا۔
اور کل علوم و قواعد فوج سے واقف اور اصول ملک کا بڑا ماہر تھا۔ ہاتھی کی سواری میں اعلیٰ
درجہ کا کمال رکھتا تھا۔ چلوکیہ خاندان میں گویا ایک گوہر تھا۔ تیلپا جیسے مشہور دشمن کو اپنا
قیدی بنایا تھا۔ گونڈراج پر فتح حاصل کرکے اوس کی سلطنت چھین لی تھی۔ اور
بہت سے راجاؤں کو مطیع و فرماں بردار کیا تھا۔ اس کی تعریف کہاں تک بیان کیجائے
اس راجہ کی رانی مسماۃ مپا دیوی بڑی نیک اور پارسا اور کل عمدہ اوصاف سے متصف
اور حسن و جمال میں یکتا مثل کوشلا دیبی۔ و جانکی۔ و کنتی۔ و لچھمی دیبی و پولومی وچندریکا
کے تھی۔ اس کو ایک لڑکا مثل کام دیو۔ تلکپر اور جینتا کے پیدا ہوا۔ اس کا نام
رودر ہے۔ یہ راجہ ایسا بہادر اور ماہر علوم و فنون ہے کہ اس کے نام سنے بڑے
بڑے راجہ اور بہادر ڈرتے ہیں۔ اور مخالفت کی حالت میں اپنے مقام کو خیرباد کہہ کر
فرار ہو جاتے ہیں۔ جس سے مقابلہ ہوتا ہے اوسکو بے نام و نشان کر دیتا ہے۔ خود
بڑا خداپرست اور خداپرستوں کی بڑی خدمت گذاری کیا کرتا ہے۔ خیر و خیرات کا بڑا
دینے والا۔ نہایت عادل و منصف ہر قسم کی دولت اسکو حاصل ہے۔ اس کے حدود حکومت
یہ ہیں۔ دریائے شور سے جنوب میں سری سیل پربت تک اور کلنگ سے کوہ مالیہ

وشنا ٹمک۔ (غالباً ملیاگری پہاڑ ہونگے جو مغرب میں بالنٹسور کے ہیں)۔ دیول کے اخراجات
کے لئے مدی پیرو ہل عطا کیا گیا ہے وغیرہ ''

قلعہ ورنگل

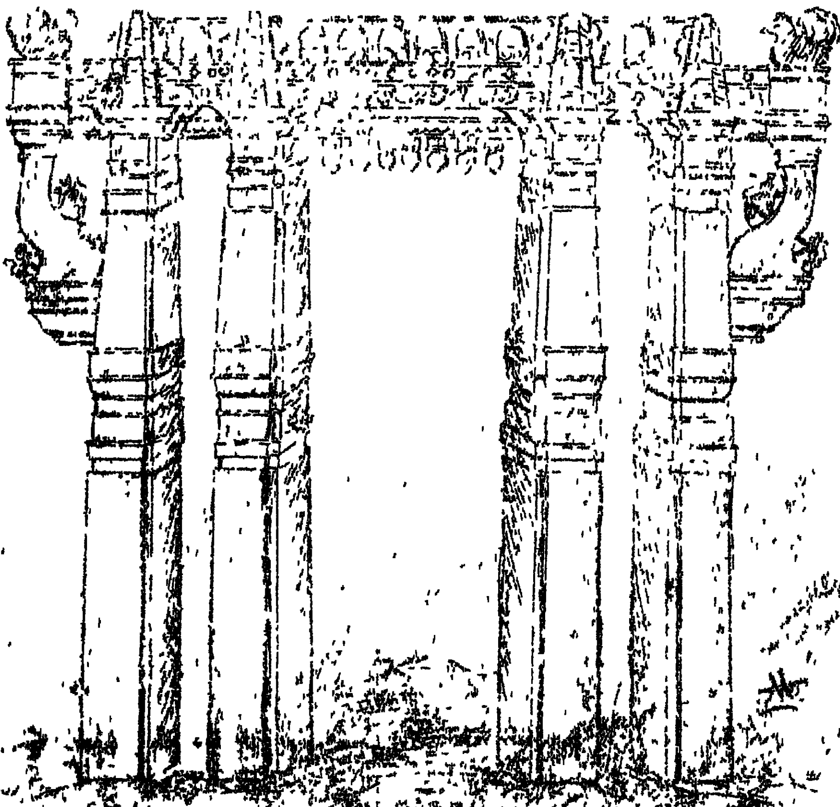
قلعہ ورنگل تاریخی لحاظ سے بڑے بڑے معرکہ کا مقام رہا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد [illegible] کاکتی [illegible] کے عہد سلطنت [illegible] سنہ [illegible] کی سال [illegible] ورنگل [illegible] رکھا گیا تھا۔ اور جو نقشہ او وقت اس کی تعمیر کا بنا تھا [illegible] بیرونی فصیل [illegible] اور بارہ [illegible] دروازے اور سب سے چھوٹی [illegible] اندرونی فصیل میں جو پتھر کی ہے چار دروازے اور اوس کے بعد [illegible] آٹھ دروازے [illegible] کا پتہ نہیں چلتا ہے کہ آیا اس نقشہ کے مطابق اس قلعہ کی تعمیر بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ کیونکہ [illegible] موجود [illegible] فصیل [illegible] فصیل کا [illegible] چلتا ہے جو مٹی کی ہے اور اس موجودہ قلعہ سے ۲ ۱/۲ میل کے فاصلہ پر [illegible] موجود ہے۔ چنانچہ بعض مواقع پر اس سے تالابوں کے سیڈ کا کام لیا گیا ہے۔ یعنی موضع بیسن پلی ۔ مٹھوارہ ۔ وینکٹاپور وغیرہ کے تالابوں کے کٹے بالکل اسی فصیل کے ہیں۔ صرف پانی کے رخ پر بڑے بڑے پتھر لگا دئے گئے ہیں۔ اوران میں توم و چادریں بنوا کر ان کے ذریعہ سے بہت بڑے رقبہ میں تری کی زراعت ہوتی ہے۔ موجودہ دو ثابت حصاروں میں سے بیرونی جو مٹی کا ہے اس کو بھومی کوٹ اور جو اندرونی پتھر کا ہے اوس کو پیٹھ کوٹ کہتے ہیں۔ یہ دونوں حصار قریب قریب مدور شکل کے ہیں اور ایک پہاڑی کو جو گول اور ایک ہی پتھر کی ہے۔ گھیرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اس قلعہ کا نام اوروکل (اورو = ایک کل = پتھر) رکھا گیا تھا۔ اوراس شہر کو سنسکرت میں یکیلا نگرم (ایک پتھر کا شہر) کہتے تھے مگر کثرت استعمال سے اوروکل کا ورنگل ہو گیا ہے۔ پیٹھ کوٹ گویا شہر پناہ ہے اس کی وسعت نصف مربع میل کی ہے۔ اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نہایت مستحکم برج و چھتریاں بنے ہوئے ہیں۔ اوران پر جانے کے لئے فصیل میں خوشنما زینے لگے ہوئے ہیں۔ مگر قلعہ میں کوئی توپ

دیکھیے تو یہ [illegible] بنایا ہوا [illegible] ہے [illegible] کو [illegible] [illegible] [illegible] مشغول [illegible]
سے [illegible] ایک [illegible] موجود ہے [illegible] اور [illegible] چار [illegible] میں
ہے [illegible] کی [illegible] کا [illegible] اور وقت [illegible] کرتے [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] ہوتی ہے [illegible]
سے [illegible] کی [illegible] [illegible] [illegible] تھا [illegible]
کی بلندی [illegible] سے زیادہ نہیں ہے۔ اس میں دو دروازے ہیں [illegible] مشرقی کو [illegible] دروازہ
اور غربی کو [illegible] دروازہ کہتے ہیں [illegible] [illegible] میں جن [illegible]
شمالی و جنوبی بالکل بند ہیں [illegible] مشرقی و غربی [illegible] ہیں [illegible] دروازے [illegible] چبوترا ہے اور [illegible]
اندر [illegible] ستونوں پر [illegible] ہیں [illegible] کی وجہ سے مٹ کر
عموماً پڑھے نہیں جاتے ہیں۔ اس وقت احاطے میں کوئی ایسی یادگار باقی نہیں ہے جو قابل ذکر سمجھی جائے
البتہ ایک عالیشان مکان [illegible] [illegible] خان [illegible] کا بنایا ہوا [illegible] نام سے مشہور ہے
یہ ایک بڑے ہال کی شکل میں [illegible] بنا ہے۔ اس کی چھت اکثر جگہ سے گر پڑی ہے مگر اس
کی وضعداری [illegible] جن پر چھت تھی [illegible] موجود ہیں۔ اس کا صدر دروازہ [illegible] بنا ہوا نہایت
خوشنما ہے۔ اس [illegible] سے [illegible] زیادہ دلچسپ قدیم زمانہ اہل ہنود کے [illegible]

دربار محل

سے [illegible] چار [illegible] ایک دوسرے [illegible] منقول ہیں [illegible]
ان کا فاصلہ [illegible]
ان [illegible] سے [illegible] چار ستونوں اور ان کے اوپر [illegible] نقاشی [illegible]
سے وہ نہایت خوشنما اور عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ان کے [illegible]
تراش کر بنائی گئی ہے۔ اور ان کی [illegible] ایک ہی پتھر میں [illegible]
ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس [illegible] ان چاروں کھمبوں کے
بیچ میں [illegible] کوئی عالیشان عمارت رہی ہوگی۔ جس کا ثبوت [illegible]

(سنگین گیٹ واقع اندرون قلعہ [illegible])



ست بھی ملتا ہے جو ادھر ادھر گرے پڑے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ راجہ رودر پرتاپ کے محل کے دروازے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس قلعہ میں اکثر جگہ پتھر کے تھمبے موجود ہیں۔ جو پانچ فیٹ سے بیس فیٹ تک بلند ہیں۔ یہاں کا مشہور دیول جس میں سنگ پارس کا لنگ تھا اور جس کی حفاظت کے لئے قلعہ ورنگل تعمیر پایا تھا اب بالکل مسمار شدہ حالت میں نصف تک زمین میں گڑھا ہوا ہے۔ یہاں کی متعدد قدیم عمارتوں میں سے سوائے دو تین کے جہاں پوجا پاٹ ہوتی ہے باقی سب غیر آباد ہیں۔ اور ورنگل پہاڑی پر ایک برج ہے اور اس کے قریب ایک چھوٹا سا دیول خراب و خستہ حالت میں ہے۔ اس کے مقابل دوسری پہاڑی پر ایک ویران مندر اور مکان موجود ہے۔ ایک اور مندر آبادی کے قریب جانب جنوب واقع ہے۔ جہاں پوجا پاٹ ہوا کرتی ہے۔ اس کے صحن میں پتھر کے تین بیل رکھے ہوئے ہیں۔ جن کی صنعت قابل دید ہے۔ ان کو اگر کسی لکڑی وغیرہ سے ماریں تو ایک میں سے ایسی آواز آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندر سے خالی ہے۔ اس مندر کے متصل دو کتبے قدیم تلنگی و اوریہ زبان کے موجود ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دور آگے ایک مسجد نہایت وسیع قدیم زمانہ کی ویران حالت میں پڑی ہے۔ جس کا نصف سے زیادہ حصہ ڈھہ گیا ہے۔ جنوبی دروازہ کے پاس چند مکانوں کے کھنڈر دکھلائی دیتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ ان میں رسد اور سامان رکھا جاتا تھا۔ شمالی دروازہ کے پاس جو مکان ہے وہاں بارود کا مخزن تھا۔ اس قلعہ میں متعدد باؤلیاں عمدہ سنگ بستہ نہایت پختہ موجود ہیں۔ ایک بہت بڑی باؤلی بنام سنگار باؤلی دربار محل کے متصل موجود ہے۔ جس کے چاروں کونوں میں چار پختہ کوٹھیاں ہیں۔ اس کے علاوہ کاکتی باؤلی۔ دو بہنوں کی باؤلی۔ دو سوتنوں کی باؤلی وغیرہ قابل دید ہیں۔ قلعہ ورنگل ہنوز آباد ہے۔ تقریباً نو سو مکان موجود ہیں۔ جن میں پانچ ہزار نفوس رہتے ہیں۔ دربار محل کے قریب ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ جس میں نواب قائم جنگ بہادر قلعہ دار و جاگیر دار ورنگل رہتے تھے۔ اور جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ان کی اولاد کم عمر ہونے کی وجہ سے یہ جاگیر زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس ہے۔

جدید عمارات زمانہ حال کی عمارتوں میں کوئی عمارت ایسی پختہ نظر نہیں آتی جو صدیوں تک قایم رہ سکے البتہ بڑی لاگت کی عمارتوں میں گورنمنٹ ہوز۔ مکان محکمہ بندوبست۔ حضرت عبد النبی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا گنبد و سنٹرل جیل ورنگل قابل ذکر ہیں۔ گورنمنٹ ہوز میں صوبہ دار صاحب صوبہ ورنگل رہتے ہیں۔ یہ ایک رفیع الشان عمارت ہے جسکے اردگرد معززامرا و مصاحبین کے فرودگاہیں بھی ہیں۔ اسمیں ایک خانہ باغ موجود ہے جس کا فرحت بخش منظر دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ بندوبست کی کچہری کا مکان اپنی وسعت کے لحاظ سے اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ حضرت عبد النبی شاہ صاحب کا گنبد قدیم عمارات عرب کی طرز پر نقش و نگار کیا ہوا نہایت عالیشان اور وضعدار بنا ہے۔ اس کے محاذی اندرون احاطہ درگاہ ایک سماع خانہ اور اس کے متصل ایک خوبصورت مسجد بنی ہے۔ درگاہ کے روبرو سڑک کے دوسری جانب ایک سرا دو منزلہ بنائی گئی ہے اس کی اوپر کی منزل پر شاہ صاحبؒ کے نام سے روزانہ نوبت بجا کرتی ہے۔ سنٹرل جیل کی تعمیر پختہ اور قابل تعریف ہے۔ اس میں بلاک قرینے سے بنے ہوے ہیں۔ وسط جیل میں ایک وسیع باؤلی پر پختہ اور خوشنما برج تعمیر کیا گیا ہے۔ جہاں قیدیوں کی نگرانی کے لئے پہرہ مقرر ہے۔ قیدیوں سے بجاری۔ رنگسازی۔ جلدسازی۔ خیاطی۔ تیاری ظروف گلی۔ شطرنجی و قالین بافی کا کام لیا جاتا ہے۔

اعراس یہاں کے صرف تین عرس مشہور ہیں۔ ایک تو حضرت شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانیؒ کا جو ماہ رجب میں ہوتا ہے اور جن کا گنبد موضع عرس میں ہے۔ دوسرا حضرت سید شاہ افضل بیابانیؒ کا جو سرکار ورنگل کے قاضی تھے بمقام قاضی پیٹھ ماہ صفر میں ہوتا ہے۔ تیسرا حضرت عبد النبی شاہ صاحبؒ کا جو مجذوب تھے ہنمکنڈہ میں منجانب سجادہ درگاہ بماہ ذیقعدہ اور منجانب سرکار بماہ شوال ہوتا ہے۔ اس آخر الذکر عرس کے اخراجات صرف خاص سے ادا ہوتے ہیں اور کبھی ہنگام عرس اعلیحضرت بھی تشریف لاتے ہیں مگر اکثر امرا و عہدہ داران بلدہ حیدرآباد وغیرہ شریک عرس ہوتے ہیں اور ان دنوں بڑا مجمع رہتا ہے۔

جاترا خاص ورنگل میں کوئی بڑی جاترا نہیں ہوتی۔ البتہ ایرا گٹھ ویربھدرپا اور جڑچرلہ[1] کی جاترا کے

---

[1] جڑچرلہ اسٹیشن آلیر یا جنگاؤں سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں رامچندرجی کا مندر موجود ہے یہاں کی جاترا ماہ کارتک کی پونم میں ہوتی ہے جو بمقابلہ دیگر مقامات کی بہت بڑی ہوتی ہے۔ دور دور سے تاجر وغیرہ آتے ہیں۔ اور بیوپار کا بازار خوب گرم رہتا ہے۔

لئے یہاں سے لوگ بکثرت جاتے ہیں - ایراگھٹ کو جمن وشنو کہتے ہیں - یہ دیول حسن پرتی ۱۰۰ -
بھیماورم کی سرحد پر پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جو ہنمکنڈہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - ہر سال
ماہ پھاگن میں یہ جاترا ہوتی ہے - اور ہزارہا لوگ اطراف و اکناف کے جمع ہوتے ہیں - دیر جبدر پالی
جاترا کا آغاز ماہ پوس میں ہوتا ہے اور تین دن تک رہتا ہے - یہ مندر کنڈہ کی آبادی سے ایک
میل کے فاصلہ پر اور ہنمکنڈہ سے ۲۴ میل پر ایک پہاڑی پر واقع ہے - یہاں شیو کے پوجنے والے
خصوصاً لنگایت لوگوں کا بڑا مجمع رہتا ہے اور تقریباً دس بارہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں -



باب دوم

ورنگل کے تاریخی حالات

ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت میں جس پانڈوا اور کوروا کا ذکر ہے اسی پانڈوا کا تیسرا لڑکا ارجن تھا۔ اوس کی اولاد کا سلسلہ یوں رہا ہے۔ (۱) پرکشت۔ (۲) جنمیجا۔ (۳) ستنیکا۔ (۴) کشمیکا۔ (۵) سومی پدرا۔ (۶) سومان ریپا۔ (۷) اگوانگا بوجا۔ (۸) نندا (بانیٔ شہر نندگری) (ناندیڑ) اس نندا کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا تھا لڑکی کا بیٹا ورشسینا اور لڑکے کا بیٹا اگنی ورنا تھا۔ ورشسینا کی اولاد ورشنی کولا کہلاتی تھی۔ ورشسینا کا باپ بھانو نامی یادو وسا یعنی یدو خاندان سے تھا مگر چونکہ ان کا خاندانی دیو ورشنی کولا مانا گیا تھا اسلئے یہ خاندان ورشنی کولا کے نام سے موسوم ہوگیا۔ اگنی ورنا کے دس لڑکے تھے جو باپ کے انتقال کے بعد آپس میں لڑ جھگڑ کر کچھ تو مر گئے اور کچھ ورشنی کولا کے زیر حمایت آ گئے۔ چنانچہ اسطرح دختر نندا کا بیٹا یعنے نندا کا نواسہ ورشسینا مالک تخت و تاج بن گیا۔ اور اولاد نرینہ کا سلسلہ یہاں ختم ہوگیا۔ اس ورشسینا کے بعد اوسکی اولاد سے کئی ایک راجہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اور بالآخر ایک راجہ ورشنی چندرا دیو نامی ہوا۔ اس نے کندورم یعنی قندہار کو اپنا پایۂ تخت بنایا اس کے بعد اس کا بیٹا کنم دیو راج تخت نشین ہوا۔ جب یہ مر گیا تو اس کا بیٹا سوما دیو راج راجہ بنا۔ اس کے عہد سلطنت میں کٹک کے راجہ بلہا دیو نے اس ملک پر چڑھائی کی۔ طرفین میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ سوما دیو مارا گیا۔ اس مقتول راجہ کی رانی مسماۃ سرپال دیوی جو اپنے شوہر کے مرنے کے وقت حاملہ تھی اس خوف سے کہ مبادا کہیں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار نہو جائے۔ وہاں سے فرار ہو کر ہنمکنڈہ آئی اور ایک پروہت (شاستری) کے مکان میں جسکا نام مہادیو ورما تھا پناہ لی۔ برہمنوں نے اس کی حالت پر ترس کھا کر اس کو بہت کچھ اطمینان دلایا اور اس کی حفاظت کا پورا پورا وعدہ کیا۔ اس اثناء میں یہ خبر کٹک کے راجہ کو پہونچی تو وہ فی الفور تھوڑی فوج کے ساتھ اپنے دارالخلافہ سے کوچ کر کے ہنمکنڈہ آیا اور اس مظلوم بیوہ کو اپنے

روبرو حاضر کرنے کا حکم دیا - چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی مگر برہمنوں نے اس عورت کو بچانے کے لئے راجہ سے بیان کیا کہ وہ راجہ مقتول کی بی بی نہیں ہے - بلکہ ایک غریب برہمن کی بی بی ہے جس کا شوہر تاسی گیا ہوا ہے - رانی تو برہمنی نہ تھی - مگر یہ برہمنی ہے البتہ اس کی شباہت رانی سے بہت ملتی جلتی ہے جس کی وجہ سے مغالطہ ہو رہا ہے - راجہ کو ان باتوں کا یقین نہ آیا اور اپنے شک کو رفع کرنے کے لئے برہمنوں سے کہا کہ مجھے تمہاری بات کا اسوقت پورا یقین ہوگا جب کہ تم سب اس عورت کے ہاتھ سے میرے روبرو کھانا کھاؤ - جس کو برہمنی بتلا رہے ہو - چونکہ برہمنوں کو اس عورت کی جان بچانی منظور تھی اسلئے پنڈتوں اور شاستریوں نے فتویٰ دیا کہ اگر جان بچانے کے لئے کھانا کھالیا جائے تو اس سے مذہب میں کوئی فرق نہیں آئیگا - پس برہمنوں نے راجہ سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا - کھانا پکایا گیا - سب برہمن صف بہ صف بٹھلائے گئے اور راجہ کے روبرو سرپال دیوی سب برہمنوں کو کھانا دیتی رہی اور سبھوں نے بہ طیب خاطر کھایا - اس سے راجہ کا شک بالکلیہ رفع ہوگیا اور برہمنوں کے بیان کو یقین جان کر رانی کو رہا کرکے اوس کی گذر اوقات کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کردیا - سرپال دیوی اسی پروہت کی حفاظت میں رہنے لگی - جب حمل کی مدت ختم ہوئی تو اوس کو ایک لڑکا پیدا ہوا اس لڑکے کا نام سرپال دیوی نے بطور یادگار احسانمندی پروہت مذکور مہادیو ورما رکھا جو اس پروہت کا نام تھا -

کہتے ہیں کہ اس لڑکے پر پدماکشی دیبی بڑی مہربان تھی - اوس نے پیشنگوئی کی تھی کہ یہ لڑکا ایک وسیع سلطنت کا مالک ہوگا جو ہزار سال تک قایم و برقرار رہیگی - اور اس خاندان کے راجے ہر لڑائی میں فتحیاب ہوتے رہینگے اور ان کا ملک سرسبز و آباد رہیگا - چنانچہ جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو فوج کثیر فراہم کرکے ہنمکنڈہ اور اوس کے مضافات پر قبضہ کرلیا - اور اپنی ایک جداگانہ سلطنت قایم کرکے سنہ ۲۳ شکی سال تارنا ماہ ماگھ پنچمی روز پنجشنبہ کو تخت نشین ہوا اور اپنا دارالخلافہ ہنمکنڈہ قرار دیا - اس نے کل ۱۶۰ سال سلطنت کی اور اس کے بعد جن راجاؤں نے اس ملک پر حکمرانی کی اُن کے نام بہ تفصیل مدت حکومت وغیرہ درج ذیل کئے جاتے ہیں -

اسمائے رایان ورنگل معہ مدت وسنہ حکومت

نشان سلسلہ	نام راجہ	مدت حکومت	شکے		عیسوی	
			از	تا	از	تا
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	مہادیو ورما	۱۶۰ سال	۲۳۰	۳۹۰	۳۹۷	۴۶۷
۲	پدما سینا	۷۴ 〃	۳۹۰	۴۶۴	۴۶۷	۵۴۱
۳	وتما راج	۷۳ 〃	۴۶۴	۵۳۷	۵۴۱	۶۱۴
۴	پرانکی وتماراج	۷۳ 〃	۵۳۷	۶۱۰	۶۱۴	۶۸۷
۵	ونی گنڈماراج	۷۰ 〃	۶۱۰	۶۸۰	۶۸۷	۷۵۷
۶	کمتلادیوی	۱۹ 〃	۶۸۰	۶۹۹	۷۵۷	۷۷۸
۷	ارکادیوراج	۶۸ 〃	۶۹۹	۷۶۷	۷۷۸	۸۴۶
۸	بھوانیکہ بل	۶۸ 〃	۷۶۷	۸۳۵	۸۴۶	۹۱۴
۹	تری بھوانیکہ بل	۷۶ 〃	۸۳۵	۹۱۱	۹۱۴	۹۹۰
۱۰	کاکتی پرول راج	۶۶ 〃	۹۱۱	۹۷۷	۹۹۰	۱۰۵۶
۱۱	پرتاب رودردیو اول	۷۲ 〃	۹۷۷	۱۰۵۰	۱۰۵۶	۱۱۲۸
۱۲	مہادیو راج	۳ 〃	۱۰۵۰	۱۰۵۳	۱۱۲۸	۱۱۳۱
۱۳	گنپتی دیوراج	۷۵ 〃	۱۰۵۳	۱۱۲۸	۱۱۳۱	۱۲۰۶
۱۴	ردورادیوی	۴۱ 〃	۱۱۲۸	۱۱۶۹	۱۲۰۶	۱۲۴۷
۱۵	پرتاب رودر ثانی	۷۶ 〃	۱۱۶۹	۱۲۴۵	۱۲۴۷	۱۳۲۳
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰

اس خاندان نے ستر راجہ ابتدا میں ایک چھوٹے سے خطہ زمین کے مالک تھے لیکن رفتہ رفتہ انہوں نے اپنی حکومت کو ایسا بڑھایا کہ گنگا ندی کے کنارہ تک قابض ہو گئے۔ اس خاندان کا پانچواں ممبر وجے گندم دل تھا جس نے ملک کلنگ پر چڑھائی کی ... کے راجہ نے اسکا مقابلہ کیا لیکن بالآخر اسکو شکست ہوئی اور دونوں میں بدیں شرایط صلح ہو گئی کہ کلنگ کا راجہ سالانہ خراج دیا کرے۔ وجے گندم راج جب فوت ہوا تو اسکا لڑکا ارکا دیو راج شیر خوار تھا اسلئے کنتانا دیوی اوسکی پھوپھی نے ۱۹ سال تک اس سلطنت کو سنبھالا۔ کمسن بچہ کو برسر حکومت پاکر بعض وزرا اوس سے منحرف ہو گئے اس موقع کو غنیمت جان کر کلنگ کے راجہ نے یورش کی۔ کمسن راجہ نے اپنی کمزوری کا اظہار کرکے پد مالستی دیوی سے امداد کی استدعا کی اور اپنی فوج کو اوس کے مقابلہ میں لایا۔ ایک جنگ عظیم کے بعد بامداد دیوی مذکورہ ارکا دیو راج کامیاب رہا اور کلنگ کا راجہ ہزیمت اٹھا کر واپس چلا گیا۔ ارکا دیو راج بڑا شجیع و دلیر تھا۔ اس نے دیوگری پر حملہ کرکے وہاں کے راجہ کو اپنا مطیع اور باجگذار بنایا تھا۔ تری بھوانیکہ مل اپنے زمانہ حکومت میں کلنگ کے راجہ سے جنگ کرکے اوس کے بیٹے کو ہنگام کارزار مار ڈالا اور ایک شہر لنکا پور نامی دریائے گوداوری کے کنارے بسایا تھا۔

ان راجاؤں کے تفصیلی حالات نہ مل سکے اسلئے جس قدر دستیاب ہوئے قلمبند کر دئے گئے ہیں۔

کاکتی پرول راج کاکتی پرول راج اپنے باپ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۹ شکی مطابق سنہ ۹ عیسوی میں تخت نشین ہوا۔ ہنگام تخت نشینی یہ نابالغ تھا۔ اسلئے اسکے منتری یعنی ارکان دولت نے اس کی تخت نشینی کے متعلق اختلاف رائے کی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر بلا صدو نامی کلنگ کے گجپتی نے ہنمکنڈہ کا محاصرہ کیا اور بارہ ماہ تک اس کے جنرل وسوناتھ نے اس محاصرہ کو قایم رکھا بالآخر کاکتی پرول راج نے نہایت دلیری و جوانمردی سے اوس کو شکست دیکر محاصرہ اٹھا دیا۔ اس کی عہد حکومت میں مشہور ہے کہ ہنمکنڈہ سے چند لوگ غلہ وغیرہ لانے کے لئے بنڈیاں لیکر جانب مشرق روانہ ہوئے اور مال و اسباب لیکر جب وہ واپس آرہے تھے تو ہنمکنڈہ سے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر ایک بنڈی کا پہیہ کسی پتھر سے اڑا اور وہ بنڈی گر پڑی۔ لوگوں نے اس کو اٹھانا چاہا تو کیا دیکھتے

کہ جس قدر چوبٹا لوہے کا لگا تھا وہ سب خالص سونا بن گیا ہے اور جس پتھر سے وہ ٹکرایا تھا درحقیقت وہ سنگ پارس کا بنا ہوا یا سیو کا لنگ ہے - پس اوسی وقت اوسکی اطلاع راجہ کو دیگئی - اور وہ اوسکے سنتے ہی فوراً برسر موقع آیا اور اس پتھر کو وہاں سے نکلواکر ہنمکنڈہ لانا چاہا - باوجودیکہ اس لنگ کو وہاں سے نکالنے کی بہتیرے تدابیر عمل میں لائی گئیں مگر کوئی بھی کارگر ہوئی - وہ جہاں تھا وہیں رہا - اوس نے جنبش تک نہ کی - اس واقعہ سے راجہ بہت متردد ہوا اور چونکہ ایسے نایاب چیز کی حفاظت ضروری تھی - اسلئے اسکی پوجا کی غرض سے اوس پر ایک دیول جس کو شمبھو لنگم گڑی کہتے ہیں - اور جو ہنوز قلعہ کے اندر موجود ہے تیار کرایا - اور اسی کے اطراف ایک عالیشان قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا جس کا مفصل حال قبل ازیں بیان ہوچکا ہے -

کہتے ہیں کہ اس قلعہ کی تعمیر کے لئے سنگ تراش و معمار وغیرہ جو اپنے فن کے اوستاد مانے جاتے تھے جنوبی ممالک سے جہاں دراویدی زبان بولی جاتی تھی بلائے گئے تھے - اور یہ لوگ بوجہہ اس کے کہ ایک پتھر کی حفاظت کے لئے قلعہ تعمیر کیا گیا - اس کو قلعہ ورونگل (اور وہ ایک گول پتھر) کہنے لگے مگر بعضوں کا قول ہے کہ یہ قلعہ چونکہ ایک گول پہاڑی کے اطراف جو ایک ہی پتھر کا ہے - تعمیر ہوا ہے - اسلئے اس کا نام اوروگل مشہور رہا - اور یہ بھی مشہور ہے کہ راجہ نے اپنے دارالحکومت ہنمکنڈہ کی حفاظت کے لئے یہاں کے پہاڑ پر قلعہ تعمیر کرانا چاہا - مگر پدماکشی دیبی نے اس کو ہدایت کی کہ ہنمکنڈہ چونکہ پدماکشی یعنی ایک استری (عورت) کا مقام کہلاتا ہے اسلئے اگر یہاں قلعہ تعمیر ہوگا تو مالک قلعہ کو کبھی فتوحات نصیب نہ ہونگے - چنانچہ اس دیبی کی نصیحت کے بموجب اوس کے حدود کے باہر راجہ نے قلعہ تعمیر کرایا اسی کو اپنا مستقر قرار دیا - غرضکہ عہد سلطنت کاکتی پرول راج میں بجاے ہنمکنڈہ کے ورنگل دارالسلطنت قرار پایا اور اس راج کے اختتام تک وہی دارالخلافہ رہا -

کاکتی پرول راج بڑا جوانمرد - دلیر - منصف و رعدل تھا - اس کے کئے باجگذار رئیس تھے جن میں سے ایک تیلپا نامی کو خراج سالانہ نہ دینے کی وجہہ سے گرفتار کرکے قید کردیا تھا - من بعد جب کہ اس نے عاجزی و انکساری کی تو راجہ نے ترس کھاکر اوس کو رہا کردیا - مگر ڈاکٹر بھنڈارکر

نے اس واقع کو اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ تیلپا دوم جو نرمدی تیلا یا ترلوکیا ملا بھی کہلاتا تھا مغربی) چلوکیا خاندان کا جو تامل ملک پر حکمراں تھا۔ راجہ تھا۔ اس کے زمانہ میں خاندان چلوکیا کو بعض خانہ جنگیوں کی وجہ سے زوال آگیا اور چند اس کے باجگذار سردار اس کی کمزوری کو دیکھ کر علانیہ منحرف اور باغی ہوگئے۔ اس موقع کو خود اس کا سپہ سالار جس کا نام وجالا تھا اور جو قوم کلاچوری سے تھا غنیمت جانا اور اپنے آلک کا تخت چھین کر خود مالک تخت و تاج بننے کا منسوبہ گانٹھا اور بعض طاقتور و خود مختار راجاؤں کی امداد حاصل کرنے کی سعی کی۔ چنانچہ اسمیں اس کو کامیابی ہوئی۔ ویجا یار کا جو کولہا پور کا مہا منڈلیشور تھا و نیز کاکتی پرول راج نے اس سپہ سالار کو مدد دیکر تیلپا کو گرفتار کرکے قید کرلیا۔ مگر بعضوں نے لکھا ہے کہ کاکتی پرول راج رایان چلوکیا کا باجگذار تھا۔ تیلپا کو گرفتار کرکے قید کرنے کے بعد وہ خود بخود اس فعل سے سخت منفعل و شرمندہ ہوا اور اپنے آقا تیلپا کو بہ عزت و توقیر کمال محبت و اخلاص سے رہا کرکے اس کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی اور انہیں سخت ذلیل و خوار کیا۔ اور اپنے آقا کا بدلہ اون سے لیا۔ اس نے مارترا کوٹہ کے شہزادہ گنڈاما می کے ہنگامہ کو فرو کیا۔ اور سنتارا کے راجہ جگدیو کو جس نے ہنمکنڈہ کی تسخیر کے لئے چڑھائی کی تھی بعد مقابلہ شکست دی اور وہ ہزیمت اٹھا کر فرار ہوگیا۔

علاقہ بمبئی کے کرناٹکی خاندان لنکا کا راجہ گونند راج کی نسل سے راجہ راگوا یا ایدیا جو تبرزنی کے فن میں مشہور تھا گرفتار ہوکر پابزنجیر پرول راج کے روبرو پیش ہوا۔ چونکہ راجہ خود فن سپہ گری میں استاد تھا اور جوانمردوں کی قدر کرتا تھا اسلئے اس نے راگوا کو صرف رہا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے معافی مانگنے پر اس کا ملک لنکا بھی اس کو بخش دیا۔

کاکتی پرول راج کے ہمعصر آٹھ راجہ تھے یعنی (۱) دوما۔ (۲) کرنا۔ (۳) میڈاما دیا۔ (۴) میلاگی دیو۔ (۵) گوکرنا۔ (۶) چدودیا۔ (۷) تیلپا۔ (۸) بھیما راجہ ورواسنا۔ مگر پہلے سات راجہ بہ حیثیت زمینداروں کے تھے اور کوئی مشہور لوگوں میں سے نہ تھے۔

کاکتی پرول راج کی بی بی پیٹا تھی جو پرتاب رودر اول کی ماں تھی۔ اس سے پہلے رودر

کی پیدائش کی ساعت منحوس تھی اسلئے اس کی پرورش بجائے محلات کے شہر لنگم سے مندر میں ہوئی اس کے نسبت مشہور ہے کہ اس کے ہاتھ سے اس کا باپ گنپتی پردل راج آدھی رات کو دھوکہ میں پرشن ویدی (سنگ پارس) کے پاس مارا گیا۔ جب رودر دیو کو اس کا علم ہوا تو اسے اس کا بیحد رنج ملال ہوا مگر اس کے پدر مجروح نے جب کہ اس کو یقین ہوگیا کہ نادانستہ دھوکہ میں اس کے بیٹے سے یہ حرکت ہوئی تو اوس کا قصور معاف کیا۔ اور حالت نزع میں اس کو وصیت کی کہ اس قصور کے کفارہ میں اس کو چاہئے کہ اولاً مقدس مقامات کاشی (بنارس) و پریاگ (الہ آباد) وغیرہ کی زیارت کرے اور اس کے بعد ہنمکنڈہ میں ایک خوشنما اور قابل یادگار ہزار کھم کا دیول تعمیر کرائے۔ چنانچہ باپ کی اسی وصیت کی تعمیل میں رودر پرتاب نے دیول ہزار کھم تعمیر کرایا جس کا مفصل حال قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

پرتاب رودر اول

پردل راج کے انتقال کے بعد ۹۷۸ شکی مطابق ۱۰۵۶ عیسوی میں پرتاب رودر اول تخت نشین ہوا۔ یہ بھی مثل اپنے باپ کے نہایت دلیر تھا۔ اس کی تخت نشینی کے زمانہ میں تیلپا جو ونجی کا راجہ تھا مر گیا۔ اور اس کا بھائی بھیما اس سلطنت پر قابض ہو کر خود راجہ بنا۔ مگر اس پر اپنے سگے بھائی کو کھانے میں زہر ملا کر کھلانے اور اس کو مار ڈالنے کا الزام لگایا گیا۔ پرتاب رودر نے اس کیفیت کو سن کر دوس سے اس بیرحمی کا بدلہ لینا چاہا۔ اور ایک فوج کثیر کے ساتھ روانہ ہوا۔

بھیما کی مدد چدودھیا نے کی جو افواج ونجی کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ بھیما نے بڑی دلیری کے ساتھ پرتاب رودر کا مقابلہ کیا۔ مگر پرتاب رودر غالب آیا۔ چدودھیا ہنگام کارزار مارا گیا اور بھیما اپنے متعلقین کے ساتھ مشرقی گھاٹ کے جنگلوں میں بھاگ گیا۔ اور اس کے ملک پر پرتاب رودر کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے راجہ کارنا کے ملک پر چڑھائی کی۔ اور ایک جنگ عظیم کے بعد پرتاب رودر کو فتح نصیب ہوئی۔ اور شہر ساگر جو پر از عجائبات تھا اس کو ملا۔ خاندان چولا چلوکیہ کا راجہ ویراچولا یا ویرو ڈاچولا تھا اس کا سپہ سالار میڈا ماریا جس کو گنہ بتہ ہوتنا بھی کہتے تھے بڑا دلیر و جوانمرد تھا۔ پرتاب رودر نے اس کو بھی شکست دی۔ اس کی شکست سے اس خاندان پر تباہی لائی اس کے بعد پرتاب رودر نے کلنگ ورا اڈیا نامی راجہ کٹک پر چڑھائی کر کے اس کو اپنا باجگذار بنایا۔

(کہ جو سلسلہ پہاڑی میں بمقام پورسے نو میل پر واقع ہے) اور ملک کٹک فتح کرکے اس کو اپنی ملکوت میں شامل کر لیا۔ خاندان کیسی کا اخیر راجہ ہونا کیتہ ہی تھا۔ اس کو شکست فاش دے کر پرتاب رودر نے گجپتی کا لقب اختیار کیا چنانچہ اس کے بعد اس کے خاندان کے راجاؤں نے بھی تقریباً پچاس پچاس سال تک یعنی سنہ ۱۲ انشکی تک اسی لقب سے ملقب رہے۔ پس انہی فتوحات کی وجہ سے اس کے نام کا رتبہ اسقدر بڑھ گیا تھا جیسا کہ ہنمکنڈہ کی دیول کے کتبہ میں بتلایا گیا ہے۔ پرتاب رودر اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں بہت سے شیو کے مناور تعمیر کرائے۔ اور شیومت کو بڑی ترقی دی۔ جگنا تھ یعنے پوری کی دیول میں بھی بہت سے اضافے کرائے۔

مہا دیو راج پرتاب رودر کا بھائی مہا دیو راج تھا۔ جس نے موقع پاکر پرتاب رودر کو مروا ڈالا اور خود تخت نشیں ہوا۔ اور تین سال حکومت کرنے کے بعد سنہ ۵۲ انشکی میں دیوگری (دولت آباد) پر حملہ آور ہوا اور وہیں جنگ میں مارا گیا۔

گنپتی دیو راج گنپتی دیو راج پرتاب رودر اول کا بیٹا تھا۔ چچا کے مرنے کے بعد تخت نشیں ہوکر اپنے چچا کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک فوج کثیر کے ساتھ دیوگری پر حملہ آور ہوا۔ ایک جنگ عظیم کے بعد دیوگری کے یدو خاندان کے لوگ عاجز آکر بہت سے نذر و تحایف کے ساتھ اپنے راجہ کی لڑکی مسماۃ رودرا دیوی کو جس کا پیدایشی نام مدرما تھا اوس کے عقد میں دے کر صلح کر لی۔ اس نے رایان کٹک و چولا و دیگر رئیسوں سے جنگ کرکے فتح حاصل کی تھی۔ اسی زمانہ میں ضلع نلور کے ایک چھوٹے سے رئیس منوما سدھی نامی کو اکتا اور بیتا نامی دو دعویدار سلطنت نے ملکر تخت سے اتار دیا اس رئیس کا درباری پنڈت تکنا[1] سومیاجی تھا جو خدمت وزارت کو بھی انجام دیتا تھا۔ اپنے راجہ کے معزول ہونے کے

[1] تکنا سومیاجی ایک مشہور شاعر اور پنڈت گذرا ہے جس نے والمیکی کے رامائن کو جو زبان سنسکرت میں تھی و نیز مہابھارت کے پندرہ باب کو ایک اعلی درجہ کی شستہ تلنگی زبان میں پہلے پہل ترجمہ کیا جو تلنگی لٹریچر کی بینظیر کتابیں ہیں۔ اس کا خاندانی نام گوتر پوراز و تھا۔ اور یہ برہمن کو فرقہ نیوگی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے باپ کا نام کنا اور ماں کا نام انما تھا۔ بلنا و رسدھنا اس کے چچا تھے۔ بھاسکر اس کا دادا تھا۔ اسکے خاندان کے لوگ ابتدا سے راجاؤں کے دربار میں وزارت و شاعری یعنی پنڈت کی خدمت کو انجام دیتے تھے۔ تکنا کا باپ کنا گنٹور کا کوتوال تھا اور بھاسکر بھی گنٹور کا حاکم تھا۔ اپنی شاعری کی وجہ سے بہت سی بھاسکر کا نام مشہور رہا۔ اس خاندان کے لوگ اس وقت نلور کے قریب پٹوا پی گری کرتے ہیں۔ اور گوتما کی اولاد کہلاتے ہیں۔

بعد گنپتی دیوراج کے پاس بہ طلب امداد چلا آیا۔ راجہ نے اس کی بڑی قدر کی اور حسب خواہش اوس کے ایک فوج کثیر سنوماسدھی کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اس امداد سے سنوماسدھی کو ان دعویداران کی سلطنت پر فتح حاصل ہوئی۔ اور پھر وہ اپنے ملک پر حکمرانی کرنے لگا۔ اکثر کتبوں میں گنپتی دیوراج کے نام کے ساتھ پرناری سہودرا (برادر نسواں) کا لقب موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا نیک چلن پاک طینت اور خداترس شخص تھا۔ اُس نے اپنے عہد میں کئے تالاب بنواے۔ گاؤں بساے اور کئے مندروں کو تعمیر کرا کر بڑی شہرت حاصل کی۔ جن میں سے چند ہنوز موجود ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے نام پر ایک قصبہ گنپور کلاں بسایا۔ اور ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کرایا جو اب تک تعلقہ ملک ضلع ورنگل میں موجود ہے۔ اور ایک پلگور نامی قصبہ آباد کیا اور وہاں بھی ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کرایا اور اس کے بعد اس کو بطور انعام ملچواروں کو (جو قوم لنگایت کا ایک گروہ ہے) دیدیا۔ یہ قصبہ تعلقہ ورنگل میں موجود ہے۔ موضع لکھن پور جہاں اب ریلوے اسٹیشن ہے اوسی کا بسایا ہوا ہے۔ ہنمنت کنڈہ کا دیول جو ہنمکنڈہ کے پہاڑ پر ہے جہاں ایک پانی کا چشمہ بھی موجود ہے۔ ایک شلاشاسن کی ہدایت کے بموجب اسی کے عہد میں تعمیر ہوا ہے۔ مگر اس کا رجحان شیومت کے طرف زیادہ تھا۔ اور جین مت سے اس کو سخت نفرت تھی۔ اس زمانہ میں اس کی ریاست میں بہت سے جین آباد تھے چنانچہ ان کے وقت کے بنائے ہوے مورتیں اور کتبے ہنوز ہنمکنڈہ کے پہاڑ وغیرہ پر دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ فرقہ روزافزوں ترقی پذیر تھا۔ شیومت والے ان کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

جب کہ راجہ کا رجحان شیومت کے طرف زیادہ پایا گیا اور اوس نے ارادھیہ برہمن یعنی جنگم کو اپنا مرشد بنایا تو ان لوگوں نے جینیوں کے مرواڈالنے کی فکر کی۔ اور راجہ کو ترغیب دیکر ان کے چیتیس گاؤں مسمار و برباد کرا ڈالے۔ اور یہ بیچارے اقسام کے مصائب میں مبتلا ہوے۔ اکثر تو قتل کر دئے گئے اور

؎ جین شمالی ہند سے دکن میں آنے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ زمانہ حکومت چندرگپت میں قحط سالی ہوئی اور لوگ تباہ ہونے لگے تو بھدراباہو نے قحط سالی سے بچنے کے لئے چندرجین کو اپنے ہمراہ لے کر ملک کرناٹک میں داخل ہوا اور اوس تاریخ سے یہ لوگ اسی ملک میں بس گئے۔

باقی جلاوطن ہوئے۔ ان کے دیول منہدم و تودہ خاک کر دئے گئے۔ کہتے ہیں کہ تلنا سومیا جی پنڈت بھی اس خون ریزی کا ایک بڑی حد تک بانی تھا۔ اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ اس راجہ کے وزیر اور اس کے نواسہ پرتاب رودر ثانی کے عہد میں جو متعصبانہ ظلم جینی مذہب والوں پر کئے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جینی لوگ راجہ کے مخالف اور مسلمانوں کے ہمدرد ہوگئے۔ اور یہی ان کی حکومت کے زوال کا باعث ہوا۔ اس کے عہد میں چوڑنگ یا چورگنگا نامی شخص ان کے ملک پر یورش کرکے سنہ [illegible] شکی میں اس کے ملک کا جنوبی حصہ فتح کرلیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہوگی کہ اس تاریخ کے بعد کے کتبوں میں جو لفظ گنپتی کے ساتھ گجپتی لکھا جاتا تھا درج نہیں ہے۔

گنپتی دیوراج کے کوئی لڑکا نہ تھا صرف ایک لڑکی مسماۃ اومکا دیوی تھی۔ جس کو وہ محبت سے لڑکا کہا کرتا تھا۔ اس کی شادی ملہا دیو سے ہوئی جو ونجی کے راجہ کا لڑکا تھا۔ چنانچہ اس کے خاندان کی تفصیل اس طرح بتلائی گئی ہے۔ راجہ راجہ کے بیٹے راجیندرا چولا نے ونجی کا راجہ ہوکر پندرہ سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا وکرما چولا راجہ ہوا۔ اس کے بعد ہیترازو اس کا قرابتدار تخت نشین ہوا۔ اس کی زوجہ کا نام گنگما تھا۔ ہیترازو کے بعد اس کا بیٹا وجیالادیتا مالک تخت و تاج ہوا۔ اس کی زوجہ جیا مہادیوی تھی۔ اس کا بیٹا ملپا چکرورتی تھا جس سے اومکا منسوب ہوئی۔ اور وہ گنپتی دیوراج کے پاس ہی رہتا تھا۔ شادی کے وقت غالباً ملپا دیو کی عمر اٹھارہ یا بائیس سال کی ہوگی۔ باپ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۲۳ شکی میں وہ ونجی کے تخت پر بیٹھا اور کل دس سال اس نے حکومت کی۔ بعد سنہ ۱۱۳۳ شکی میں اس کا انتقال ہوگیا اور ونجی کی سلطنت ورنگل کی سلطنت میں ضم ہوگئی۔ گنپتی دیو کے دو فرزند رودر دیو اور انم دیو تھے جن کا حال آئندہ لکھا جائیگا۔

رودرا دیوی

سنہ ۱۱۸۰ شکی مطابق سنہ ۱۲۶۰ عیسوی میں گنپت دیوراج کا انتقال ہوگیا تو اس کی جگہ اس کی زوجہ رودرا دیوی جو دیوگڈھ کے راجہ کی لڑکی تھی۔ تخت نشین ہوکر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اکتالیس سال تک بڑی لیاقت۔ سنجیدگی و دبدبہ کے ساتھ حکمرانی کرتی رہی۔ اور اپنے صلح آمیز خیالات اور عقل و انصاف کے سبب ایسی ہر دلعزیز بنگئی کہ پہلے کسی راجہ یا رانی کو

یہ بات کبھی نصیب نہیں ہوی۔ رعایا کو یہ نہایت عزیز رکھتی تھی اور رعایا اس کو اوتار سمجھتی تھی۔ اس نے قلعہ ورنگل کی ایسی ترمیم کرائی۔ اور اوس کو اسقدر مستحکم کردی کہ کسی دشمن کے دسترس نہو سکے۔ اس کا وزیر ایک مشہور برہمن مسمی سبداد یو نامی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاوند کے عہد میں بھی یہی شخص وزیر تھا۔ اسی زمانہ میں ایک وینس کا سیاح میالکو پولو نامی اس ملک میں آیا تھا اور اس جگہ کی طرز حکومت و انتظام وغیرہ کے متعلق اوس نے جو حالات قلمبند کئے ہیں۔ اوس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"ملک بلہار کے شمال میں ایک ہزار میل کے فاصلہ پر (بعض کتب میں پانچسو میل لکھا ہے) ٹیفل کی سلطنت ہے (ٹیفل کو اب سٹھواڑہ کہتے ہیں)۔ اس ملک پر سابق میں ایک راجہ حکمراں تھا۔ اوس کی وفات کے بعد جو تقریبًا چالیس سال ہوے۔ ایک مشہور زیرک اور عقلمند عورت بڑی شان و شوکت سے حکمرانی کررہی ہے۔ اس رانی کو اپنے شوہر کے ساتھ اسقدر الفت اور انسیت تھی کہ اونکی وفات کے بعد اوس نے اور کسی سے شادی نہیں کی۔ اور دوبارہ عقد کرنا محبت ومروت کے خلاف جانا۔ اس رانی نے اپنی چالیس سالہ حکومت کے زمانہ کو ُخوش اسلوبی اور عمدگی سے طے کیا کہ یہ بات اس کے شوہر کو نصیب نہوئی۔ اور طرز حکومت کے لحاظ سے یہ اپنے خاوند پر بھی سبقت لیگئی۔ اس ملک میں عمدہ قسم کے مہین کپڑے مثل مکڑی کے جالے کے تیار ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی راجہ یا رانی نہوگی جو ان کو پہن کر خوش نہوتی ہو"۔

اس نے اپنے عہد حکومت میں تعلقہ پرکال میں ایک گاؤں انبا دیبی کے نام سے بسا کر اس کا نام انبالیہ رکھا تھا جو کثرت استعمال سے اب انبال کہلاتا ہے۔ اور اس میں ایک بڑا مندر بھی تعمیر کروایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ یہ مقام ہنمکنڈہ سے تقریبًا اسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور ایک موضع مٹری کنڈہ جو تعلقہ ورنگل میں ہے اسی رانی کا بسایا ہوا ہے اور

یہاں بھی جو دیول پہاڑ پر ہے اس کو اسی رانی نے تعمیر کروایا تھا۔

رودرمہا دیوی کے اخیر زمانہ حکومت میں بہت سا خون خرابہ ہو گئی تھی اور مسلمانوں کی یورشوں کا زور و شور تھا اور ایسے نازک وقت میں تخت پر ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی۔ چونکہ اس کا نواسہ پرتاب رودر جس کو وہ اپنا قایم مقام کرنا چاہتی تھی۔ سن شعور کو پہونچ چکا تھا۔ لہذہ ۱۱۶۹ شکی مطابق ۱۲۴۷ء میں عنان حکومت اس کے ہاتھ میں دے کر آپ خانہ نشین ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ جس وقت امکا دیوی حاملہ تھی تو رودرا دیوی ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ لڑکا یعنی وارث تاج و تخت پیدا ہوگا۔ اور جب پرتاب رودر پیدا ہوا تو اس کی بڑی خوشی منائی۔ اور پیدایش کے گیارھویں روز ہی پرتاب رودر کے تخت نشینی کا جلسہ قرار دے کر بڑی خیر و خیرات کی۔ رودرا دیوی پرتاب رودر دوم کے عہد حکومت میں ارودرا دیوی بھی راج و دیش کرتی رہی۔ اور تقریبا سو سال کی عمر کو پہونچ کر ۱۱۹۲ شکی میں انتقال کیا۔

پرتاب رودر ثانی پرتاب رودر ثانی جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے ۱۱۶۹ شکی مطابق ۱۲۴۷ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ بڑا شجیع۔ جوانمرد و جملہ علوم و فنون سے ماہر تھا۔ اطراف کے بہت سے راجاؤں سے جنگ کر کے ان کا ملک چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے عہد میں بھی جین لوگ نہایت تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اس معاملہ میں اس نے اپنے نانا کی پوری تقلید کی۔ علم سنسکرت کی ترویج کا یہ بڑا مویدومعین تھا۔ اس نے وِدیاناتھ کوی سے علم ادب کی ایک مشہور کتاب پرتاب رودریم سنسکرت زبان میں لکھائی۔ اور اوس کو اس کے صلہ میں مالا مال کر دیا۔ یہ خود علم سنسکرت کا بڑا ادیب تھا۔ پرتاب مارتنڈ نامی سنسکرت کتاب کا یہی مصنف ہے۔ اس نے اپنی فوج میں ولما اور ریڈی فرقہ کے لوگوں کو اکثر بڑے بڑے خدمات پر مامور کر کے ان کے دلوں میں شجاعت و مردانگی پیدا کر دی۔ کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بہت سے شیو کے مندر اور بڑے بڑے تالاب بنوائے۔ اور بہت سے مشہور مندروں کا درشن کیا۔ بمقام پاکھال اس کی ملاقات ایک رشی سے ہوئی۔ اور اس کے حسب ایما وہاں ایک قلعہ پرتاب گڈہ تعمیر کر کے اوس جگہ پاکھال نامی شہر آباد کیا۔ اور ایک بہت وسیع تالاب تعمیر کرایا جو ممالک محروسہ سرکار عالی میں بے مثل ہے۔ اس کے علاوہ اوس نے موضع

پالیم پیٹھ تعلقہ ملک میں ایک عالیشان اور قابل دید مندر رامپا کا اور اوس کے پاس ایک بہت بڑا تالاب
یعنی چشمہ بنوایا جو ہنوز موجود ہے۔ اس مندر کی پوجا پاٹ کیلئے چالیس گاؤں عطا کئے گئے تھے۔

اسی راجہ کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی یورشیں دکن پر شروع ہوئیں۔ سب سے
پہلے دیوگڈہ کے راجہ پر جس کو مسلمان تمام دکن کا راجہ سمجھتے تھے۔ سلطان جلال الدین کے بھتیجے علاءالدین
نے تھوڑے لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور بہت سا زر و جواہر لیکر دہلی واپس ہوا۔ اس کے بعد جب خود مالک
تاج و تخت دہلی بنا اور تین سال کا نذرانہ راجہ کی جانب سے اوس کو وصول نہوا تو ایک فوج جرار کے
ساتھ اپنے نہایت وفادار غلام ملک کافور کو روانہ کیا مگر رام دیو راجہ دیوگڈہ نے بروقت خراج ادا کرنے
کا وعدہ کرکے صلح کرلی۔ ان دنوں مسلمان سلطنت ورنگل سے بھی غافل نہ تھے۔ سنہ ۷۰۲ ہجری سے
مطابق ۱۳۰۳ عیسوی کے وسط میں علاؤالدین خلجی نے بنگالہ کے راستے کچھ فوج ورنگل پر بھیجی تھی۔
مگر یہ فوج ابھی اپنا پورا کام کرنے نہ پائی تھی کہ اس کو دہلی واپس بلوا لیا گیا۔ کیونکہ خود دہلی پر مغل حملہ آور
ہو رہے تھے۔ اور وہاں سے ان کو دفع کرنے کے لئے اس فوج کی ضرورت تھی۔ مگر جب یہ ہنگامہ فرو
ہو گیا تو علاؤالدین نے ۱۳۰۹ عیسوی میں ملک کافور کو دوبارہ بہت سی سپاہ کے ساتھ دیوگڈہ کی راہ
سے ورنگل روانہ کیا اور اس کو سمجھا دیا کہ اگر ورنگل کا راجہ روپیہ اور ہاتھی دے اور سالانہ خراج دینے
کا وعدہ کرے تو صلح کر لینا اور قلعہ ورنگل و ملک تلنگانہ کی فتح کی فکر نہ کرنا۔ الغرض ملک کافور جب
دیوگڈہ آیا تو رام دیو نے استقبال کیا اور لشکر میں اپنا بازار بھجوایا اور تاکید کردی کہ اجناس نرخ شاہی
کے موافق فروخت ہوں۔ غرضکہ تمام رسد کا سامان مہیا کردیا گیا۔ ملک کافور دیوگڈہ سے شمالی تلنگانہ
میں اندور تک آیا اور سارہ با کے قلعہ کو جو ورنگل کے راجہ کا تھا تسخیر کرلیا اور اسقدر آدمیوں کو قید و قتل
کیا کہ ایک ہنگامہ عظیم برپا ہوا اور مارے خوف کے تمام اطراف کے راجے پرتاب رودر کے پاس
قلعہ ورنگل میں جا چھپے۔ پرتاب رودر اندرونی سنگین قلعہ میں اور باقی راجے بیرونی گلی قلعہ میں
متحصن ہوے۔ ملک کافور نے پہلے ہنمکنڈہ پر قبضہ کرلیا جہاں سے ورنگل کا شہر اور باغات نظر آتے
تھے۔ پھر درختوں کو کاٹ کر مورچے بنوائے۔ اور طرفین میں خوب زور آزمائیاں ہوئیں۔ بالآخر

چند روز میں جب بیرونی قلعہ فتح ہو گیا اور بڑی خونریزی ہوئی اور بہت سے راجے مع زن و فرزند اسیر ہوئے تو پرتاب رودر نے عاجز آ کر تین ہزار ہاتھی اور سات ہزار گھوڑے بہت سا مال و اسباب دیا۔ اور خراج گذاری کے وعدہ پر صلح کر لی۔ اس کے بعد ملک کافور واپس ہو گیا اور دہلی پہونچ کر مال غنیمت بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ دوسرے سال یعنی ۱۳۱۰ء عیسوی میں ملک کافور نے پھر دکن میں آ کر ملک کرناٹک راجہ بلال دیو سے چھین لیا۔ اور راجہ کو قتل کر کے اوس کے خاندان کو تباہ و تاراج کر دیا اور یہاں سے بھی بہت سا مال غنیمت لیکر واپس گیا۔ ۱۳۱۲ء عیسوی میں دیوگری کے یدوؤں نے پھر فساد مچایا۔ رام دیو کا بیٹا شنکر دیو یہاں راج کرتا تھا۔ اس کے مطیع کرنے کیلئے ملک کافور پھر بھیجا گیا۔ لڑائی میں راجہ مارا گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ چار سال بعد سلطان علاؤالدین خلجی نے انتقال کیا اور ملک کافور دہلی میں قتل ہوا۔ ۱۳۱۶ء عیسوی میں سلطان قطب الدین مبارک خلجی دہلی کا بادشاہ ہوا۔ ان دنوں رام دیو کے داماد ہرپال دیو نے دکن کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کر کے ملک پر قبضہ کرنا چاہا۔ اور بادشاہی آدمیوں کو سارے دکن سے مار کر نکال دیا۔ اور قلعہ دیوگڈھ کا محاصرہ کر رکھا تھا اس لئے بادشاہ بذات خود فوج کثیر کے ساتھ دکن میں آیا۔ اور جنگ عظیم کے بعد ہرپال دیو کو گرفتار کر کے جیتے جی اس کی کھال کھچوائی۔ اور یہاں کی فرمانروائی ملک یک لکھی کے سپرد کر کے ورنگل کا رخ کیا مگر چونکہ راجہ نے اظہار اطاعت کیا اسلئے وہ دہلی واپس ہو گیا۔

خاندان خلجی کے قلع و قمع ہو کے بعد ۱۳۲۲ء عیسوی میں جب غیاث الدین تغلق دہلی کا بادشاہ ہوا تو ملک برہان الدین پدر قتلغ خاں کو دیوگڈھ کی حکومت عطا کی لیکن جب رودر پرتاب نے خراج بھیجنے سے انحراف کیا اور دیوگڈھ میں بھی بد نظمی اور ابتری کی خبر ملی تب اس نے اپنے بیٹے اور ولیعہد جونا خاں (بقول بعضے الغخاں) کو لشکر جرار کے ساتھ دکن پر ۱۳۲۳ء عیسوی میں روانہ کیا۔ ولیعہد مذکور ملکوں کو غارت اور فتح کرتا ہوا ورنگل آیا اور قلعہ کا سخت محاصرہ کیا پرتاپ رودر نے بڑی مردانگی کے ساتھ اوس کا مقابلہ کیا اور ایسا معرکہ آرا ہوا کہ پہلی نامردی کا دھبہ اوس سے مٹ گیا۔ مگر جب لڑائی سے تھک گیا تو خراج ادا کرنے کے وعدہ سے صلح کا خواستگار ہوا۔ لیکن جونا خاں نے قبول نہ کیا اور لڑائی بدستور جاری رہی۔ مگر موسم بارش شروع ہو چکا تھا۔ اور مسلمانوں کے لشکر میں ہیضہ پھیل کر بازار موت گرم ہو گیا تھا۔

[illegible] جہاں [illegible] لشکر [illegible] سے [illegible]
[illegible] مشہور [illegible] اور [illegible]
[illegible] شاہزادہ [illegible]
[illegible] شاہزادہ [illegible]
[illegible] سے تخت [illegible]
[illegible] جب [illegible]
[illegible] آملا۔ ملک [illegible]
اور ملک [illegible] کے مار ڈالا اور باقی امیر [illegible] نے [illegible] تھی [illegible]
دہلی بھیجے گئے اور بری طرح سے قتل کئے گئے۔ جونا خاں اس لشکر عظیم میں سے صرف دو تین ہزار آدمی لیکر دہلی
پہونچا اور چار مہینے کے بعد بار ثانی ایک لشکر جرار کے ساتھ دیوگڈہ کی راہ سے ورنگل پر چڑہ آیا اور راستہ میں
بیدر کو جو سلطنت ورنگل کا ایک شہر تھا اور سرحدی مقام تھا فتح کر کے اور اور [illegible] ورنگل کو [illegible]
فتح اور تسخیر کرتا ہوا ورنگل پہونچا اور نہایت دلیری و شجاعت سے قلعہ توڑ کر پرتاب رودر کو معہ زن و فرزند
قید کر لیا اور بہت سے ہندو مارے گئے۔ بالآخر پرتاب رودر کو ملک بیدار قدر خاں اور خواجہ حاجی نائب
عرض بیگی کے ساتھ اپنے باپ کے پاس دہلی بھیج دیا اور ورنگل میں اپنا [illegible] مقرر کر کے اس کا نام
سلطان پور رکھا۔ بعد ازاں راجمندری جا کر وہاں کے راجہ سے چالیس ہاتھی لیکر ان کو بادشاہ کے پاس
روانہ کیا اور پھر ورنگل ہوتا ہوا بکمال کامرانی دہلی چلا گیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق نے پرتاب رودر کا قصور
معاف کر کے اس کی آزادی کا حکم دیا۔ اور اس کا ملک اس کے حوالہ کیا۔ مگر قصہ مشہور ہے کہ پرتاب رودر
کا فدیہ پوگنہ عمر نامی اپنی غیر معمولی چالاکی سے اوس کو دہلی سے بھگا لایا جو تاریخی طور پر لائق اعتبار و اتبع
نہیں ہے۔ واپسی کے وقت پرتاب رودر ۷۲۵ھ ہجری مطابق ۱۳۲۵ عیسوی میں قصبہ کالیسر
ضلع کریم نگر میں جو دریائے گوداوری پر واقع ہے فوت ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس خاندان کی
مشہور عظمت و شوکت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد دو ایک راجاؤں نے برائے نام حکومت

کہ مگر ان کو ایسی کچھ نام آوری نصیب نہیں ہوئی۔

رودر پرتاب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا کرشنا راج تخت نشین ہوا۔ اور ۱۳۲۵ عیسوی میں جب غیاث الدین تغلق کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا سلطان محمد تغلق (الغ خاں) تخت ہندوستان پر جلوس آرا ہوا۔ اس نے اپنے عہد میں کل ملک دکن کو مسخر کیا اور کل راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا۔ یہ بادشاہ بڑا ظالم اور بے رحم تھا۔ ادنی ادنی باتوں پر لوگوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ اور لوگ اس کے طرف سے ہر دم اپنے جان و مال کو خطرہ میں سمجھتے تھے۔ قتلغ خاں اپنے باپ کی جگہ دکن کا حاکم تھا۔ اور امیران صدہ جو سو سو سوار کے افسر کہلاتے تھے اور جا بجا ملک کے انتظام کے لئے مامور و متعین تھے اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ بادشاہ نے جب اس کا تغیر کر دیا اور عالم الملک کا تقرر کیا تو امیران صدہ کو اس کا ملال پیدا ہوا اور وہ بادشاہ سے باغی بن گئے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ نے بہت سے امیران صدہ کو قتل کرا ڈالا اور بہت سے مارے خوف کے بھاگ کر آوارہ اطراف و جوانب ہو گئے۔ اور جو مشہور تھے ان کی طلبی میں بادشاہ کا حکمنامہ آیا تو ان لوگوں نے بخوف جان بادشاہ کے پاس جانے سے انکار کیا اور علم بغاوت بلند کر کے دولت آباد پر تاخت کی اور عالم الملک حاکم دکن کو گرفتار کر کے ملک پر قبضہ کر لیا اور سارے ملک مرہٹہ کو اقطاع میں تقسیم کر کے ہر ایک قطعہ کے ساتھ ایک امیر صدہ نامزد ہوا۔ جو جو امیر بادشاہ سے برگشتہ خاطر تھے ان سب کا دولت آباد گویا مرجع و مرکز بن گیا۔ رعایا بھی انہی کی ساتھی ہو گئی۔ اسمٰعیل مخ کو جو امیران صدہ میں بزرگ تھا اپنا بادشاہ بنا کر ناصر الدین شاہ کا خطاب دیا۔ اس کارروائی کی خبر پا کر سلطان محمد تغلق فوراً بھروچ سے دولت آباد پہونچا اور سخت معرکہ جدال و قتال گرم ہوا۔ بالآخر امیران صدہ کو شکست ہوئی تو انہوں نے آپس میں یہ صلاح ٹھیرالی کہ اسمٰعیل مخ قلعہ دیوگڈہ میں چلا جاوے اور اتنے آدمی ساتھ لیجاوے جو اس کی حفاظت کے لئے کافی ہوں اور باقی امیر اپنے اپنے اقطاع متعینہ پر چلے جائیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں قصور نہ کریں بادشاہ نے عماد الملک وزیر کو حسن کانگوے کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ جس کو امیران صدہ نے خطاب ظفر خانی دیا تھا اور خود دولت آباد فتح کرنے گیا۔ بادشاہ کو ایک ضرورت کے سبب سے دولت آباد سے مراجعت کرنی پڑی

[illegible] کو [illegible] تجارت کی [illegible] سلطان قلی [illegible]
[illegible]
[illegible] حاصل ہوئی [illegible]
[illegible]
[illegible] عالمگیر [illegible] کو گرفتار کر کے اس
[illegible] سلطنت [illegible] شامل کر لیا [illegible] ۱۰۹۹ھ میں [illegible] خاں [illegible] صوبہ دار مقرر کیا۔ [illegible]
[illegible] وفات پائی [illegible] بادشاہ ہوا [illegible] کا بیٹا [illegible] تخت نشیں ہوا۔ اور جب وہ بھی سنہ ۱۱۲۴ھ [illegible]
مر گیا تو جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر [illegible] فرخ سیر نے اوسے قتل کر کے خود
تخت نشیں ہوا۔ لیکن ان کو بھی سیدوں نے جو سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے سنہ ۱۱۳۱ھ میں قتل کر ڈالا۔
تب رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کی چار چار ماہ سلطنت کے بعد محمد شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ اسی
کے عہد سلطنت میں نواب آصفجاہ بہادر نے جو تورانی امراء دہلی سے تھے۔ صوبہ داری دکن حاصل کی۔
اور بالاستقلال یہاں کی حکومت انہوں نے اپنے خاندان میں قایم کر دی۔ ان کی وفات سنہ ۱۱۶۱ھ
میں ہوئی۔ ان کے بعد ان کے فرزند نواب میر احمد خاں ناصر جنگ مسند نشیں ہوئے۔ مگر ان کو سنہ ۱۱۶۴ھ
میں باغیوں نے بمقام پھولچری بضرب بندوق شہید کر ڈالا۔ اور ان کے ہمشیرزادہ نواب مظفر جنگ کو
مسند نشیں کیا۔ صرف ایک ماہ نواب مظفر جنگ نے حکومت کی تھی۔ انہی باغیوں نے ان کو بھی قتل کر ڈالا
اور نواب صلابت جنگ فرزند سوم نواب آصفجاہ بہادر مسند نشیں ہوئے۔ ان کو نواب میر نظام علیخاں بہادر
آصفجاہ ثانی نے چند وجوہ معزول کر کے سنہ ۱۱۷۵ھ میں خود مسند حکومت کو رونق بخشی۔ نواب میر نظام علیخاں بہادر
نے سنہ ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند نواب سکندر جاہ بہادر مسند نشیں ہوئے۔
اور ان کی انتقال کے بعد سنہ ۱۲۴۴ھ میں نواب ناصر الدولہ بہادر مسند نشیں ہوئے۔ انہوں نے
رمضان سنہ ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ اون کے بعد ان کے فرزند نواب افضل الدولہ بہادر جلوس آرا
ہوئے [illegible] جن کے عہد سلطنت میں غدر ہند ہوا تھا۔ ان کی وفات ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ھ میں ہوئی

تب ہمارے آقا و ولی نعمی اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصفجاہ سادس خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ تخت نشیں ہوئے جن کے سایۂ عاطفت میں اس وقت قلعہ ورنگل ہمارے پیش نظر ہے۔ اور اس عہد مبارک میں صوبہ داری ورنگل پر جناب ... مرلیدھر بہادر مامور و کارگذار ہیں جن کے اوصاف حمیدہ کا ہر کوئی مداح و ثنا خواں ہے۔



شبیہ مبارک حضور پرنور اعلیحضرت نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

باب سوم

ورنگل کے بزرگانِ دین کے حالات

شہر ورنگل چونکہ مدت تک جولانگاہ اہل اسلام رہا ہے اسلئے عجب نہیں کہ بڑے بڑے عالم فاضل و بزرگانِ دین ان معرکوں میں شہید ہوئے ہوں یا رحلت فرمائے ہوں مگر اب اس کا پتہ بھی نہیں چلتا ہے کہ یہ بزرگوار کہاں دفن ہوئے۔ اسلئے جن بزرگواروں کے حالات دریافت سے معلوم ہوسکے وہ تیمناً و تبرکاً درج ذیل کردئے جاتے ہیں۔

تذکرۂ حضرت شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی ثانی قدس سرہٗ

حضرت سید شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی ثانی ابن حضرت سید شاہ حسن عبد القادر ثانی ابن حضرت سید احمد ابن حضرت سید محمد ابن حضرت سید حیدر ہلال قادری عرف ہلال الدین ابن حضرت سید شہاب الدین شاہ محمد اصغر احمد ابن سید عماد الدین ابی صالح نصر ابن تاج الدین عبد الرزاق ابن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم۔

روایت ہے کہ حضرت کے والد بزرگوار کو اخفائے حال نہایت منظور تھا۔ جس صاحبزادہ یا صاحبزادی سے خوارق عادات ظہور میں آتے تو آپ فرماتے کہ بابا آرام کرو۔ فی الفور روح پرفتوح ان کی قالب عنصری سے پرواز کر جاتی۔ اور زمین شق ہوکر اسی وقت وہ سما جاتے۔ اکثر فرزند و صاحبزادیان حضرت موصوف اسی حال سے راہی خلد بریں ہوئے۔ مگر جب حضرت تولد

[illegible] کو جن کی کرامت بارہ سال تک آپ سے ظہور میں نہ آئی۔ بنابراں والد بزرگوار نے آپ کو بیعت و خلافت سے مشرف فرما کر خرقہ مبارک اپنا سے نوازا لیا۔

ایک روز آپ اپنے مکان کی [illegible] دہلیز میں استادہ تھے اس وقت تا زبا ہر جانے [illegible] دروازے کے قریب آسکے تو تقاضائے کسی کے لئے واسطے آپ سد راہ ہوئے۔ [illegible] اپنے [illegible] حضرت کے جانب پڑھتے۔ آپ گھبرا کر ان کو نظر قہر سے دیکھا۔ اس کے ساتھ [illegible] غش [illegible] گر پڑے [illegible] اس حال کو دیکھا حیران ہو گئے [illegible] خیال کیا کہ اس صاحبزادے سے بھی [illegible] وقوع پذیر ہونے لگی [illegible] صاحبزادہ کی [illegible] ہوئی۔ [illegible] آرام فرما [illegible] گھبرائی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس گئی اور حقیقت حال عرض کی۔ والدہ [illegible] فرمایا کہ [illegible] حضرت کے والد سے [illegible] اور خود [illegible] سوچنے لگیں کہ کسی طرح صاحبزادہ کو کہیں روانہ کر دینا چاہئے تاکہ وہ والد سے دور رہے۔ المختصر ایک روز حضرت کو بشاش پاکر صاحبزادہ کے زہد کی کیفیتیں شوہر کے روبرو ظاہر کرکے سفارش فرمائی کہ صاحبزادہ کو زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ کر دیا جائے تاکہ بعد زیارت وہ اکتساب علوم نحوی و علوم متعارفہ جس کا بیحد شوق دامنگیر ہے ملک عرب میں کریں۔ حضرت نے بدل وجان اجازت سفر عرب مرحمت فرمایا۔ اور آپ عازم زیارت حرمین شریفین ہوئے۔ پہلے کعبۃ اللہ شریف پہونچ کر حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے خادم و فقرا بھی تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ پہونچے تو حضرت رسول کریم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کئی روز تک مبارک جالی میں مراقب رہے۔ ایک وقت کہا جاتا ہے کہ خدمتی خواجہ سرا کچھ جھنجلائے۔ اور کہا کہ آپ کی سیادت اور نبی کریم کی اولاد ہونے کی آپ کیا سند رکھتے ہو جو ہر روز جالی مبارک کے قریب مراقب رہتے ہیں۔ فورا ہے کہ اگر آپ کو یہاں سے ہٹنا پڑیگا۔ ہاں کچھ سیادت کی نشانی یا کوئی خرق عادات آپ سے ظاہر ہوں تو ہم بھی سمجھیں کہ آپ اس جا کے مستحق ہیں۔ پس آپ نے فرمایا کہ خوارق عادات و کرامات حضرت سرور کائنات

کرنا پسند ہوتے ہیں - ہاں اگر تم چاہو - تو میں یہ عرض کرونگا کہ یا حضرت جدّی روضۂ مبارک کا قفل
کھل جائے اگر قفل پیچ کر جائے اور قبہ و گنبذ دروازہ روضۂ نبوی کا کھل جائے تو کیا میں یہاں رہنے کا
مستحق سمجھا جاؤنگا - خواجہ سراؤں نے کہا کہ ہاں قفل کو ہاتھ لگاؤ - اگر کھل گیا تو آپ یہاں رہ سکتے ہیں
اس بات کو سُن کر آپ نے قفل کو ہاتھ لگایا نہ کچھ کی یا فقط نظر سے اشارہ فرمایا - اشارہ کے ساتھ ہی قفل ،
گر پڑا اور دروازہ کھل گیا - اس کو دیکھ کر کل خدمتیان بارگاہ نبوی حضرت کے معتقد ہو گئے - پھر آپ
کئی سال تک روضۂ نبوی میں اعتکاف فرمایا - ایک روز حالت وجد میں آپ نے یا جدّی یا جدّی
یا جدّی پکارا تو فوراً روضۂ اقدس جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ولدی کی آواز آئی - اور
معشوق ربانی ثانی کے خطاب سے سرفراز ہوئی - اور ارشاد ہوا کہ ملک دکن جا کر دین اسلام کی
اشاعت کریں - پس حسب الامر روضۂ نبوی کے بقول صاحب انوار الاخیار آپ بعہد سلطنت قطب شاہیہ
میں بغداد شریف سے وارد دکن ہوئے - آپ کے ہمراہ بہت سے فقیر او ہستر نجیب خیل تھے - جن پر
فقرا کا لباس و معمولی خورد و نوش کا سامان تصادم رہا تھا - اور موضع ہنمکنڈہ میں سکونت اختیار فرمائے -
یہاں پر اس زمانہ میں ایک مشرک صاحب استدراج پہاڑ پر مسند دنیا کر بت پرستی میں سرگرم تھا - اکثر لوگ
اس کے بڑے معتقد تھے - آپ بھی اسی پہاڑ پر مشغول حق ہوئے - پہاڑ پر آپ کا رہنا اوس مشرک کو
ناگوار گذرا - ایک بڑا سا پتھر اوس نے آپ پر گرایا مگر وہ پتھر آپ کی انگلی کے اشارہ پر سر کے قریب آکر
رُک گیا جو اب تک اسی حالت میں موجود ہے - اور یہ قصہ یہاں مشہور و معروف ہے - جب مشرک
مذکور تاب مقابلہ نہ لایا تو یہاں سے فرار ہو گیا - آپ بھی ہنمکنڈہ سے موضع سوموارم میں جو ورنگل کے
قریب ہے تشریف فرما ہوئے - اور ایک پہاڑ پر جو بہت فراخ تھا - رو بہ قبلہ ایک پتھر پہ ہاتھ باندھے ہوئے
آنکھ بند کر کے مدت دراز تک مشاہدہ انوار الٰہی میں مستغرق کھڑے ہو گئے - بھوک پیاس کی حاجت
نہ ہوئی اور کسی کا مقدور نہ تھا کہ مشاہدہ و مراقبہ سے بیدار کرتے - چنانچہ حضرت کو اپنی حالت میں چھوڑ کر
ہر ایک اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے - پس آپ یہاں سے اوٹھ کر قصبہ ورنگل میں جہاں آپ کا
مزار پر انوار ہے تشریف لائے - ہنگام تشریف آوری جب آپ کی فصیل قلعہ کے قریب پہونچے تو اقدام

سے نعلین مبارک اتاری اور برہنہ انگشت پیر چلنے لگے۔ مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت سے پیادہ پاروی کی کیفیت دریافت کرسکے۔ بالآخر شاہ کمال جو حضرت کے خلیفہ تھے حضرت پاس آئے اور دریافت کیا۔ حضرت کے پیادہ پا روی و برہنہ پائی کی کیا وجہ ہے۔ اور اس میں کیا اسرار ہے تو حضرت نے شاہ کمال کو نزدیک بلایا اور ان کے آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ شاہ کمال کیا دیکھتے ہیں کہ یہاں سے دارالم و پہاڑ تا قلعہ ہزاروں شہداء نامدار کی مزاریں جن میں شہداء آسودہ ہیں۔ واقع ہیں۔ اور کل شہداء حضرت کی ملاقات کے لئے جوق جوق آرہے ہیں اور ارواح اولیاء اللہ حضرت کے آس پاس کثرت سے ہیں۔ پھر جب آپ نے آنکھوں پر سے دست مبارک اٹھایا تو شاہ کمال صاحب نے سارا چشم دید واقعہ فقراء و دیگر معتقدین شاہ کو اس وقت ظاہر فرمایا اور خود حضرت نے بھی ارشاد فرمایا کہ میں شہداء اور اولیاء اللہ کی مزاروں کے احترام کے لحاظ سے ننگے پیر چلا۔

آپ کے دو فرزند اور ایک دختر ایام طفلی ہی میں بوجہ ظہور کرامات حضرت کے بعمر پانچ سال رہی خلد بریں ہوئے۔ ان تینوں کے مزارات ایک قطار میں حضرت کے روضہ کے باہر ایک چبوترہ پر پائین میں موجود ہیں۔ ان تینوں کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت سید شاہ معین الدین حسنؒ متولد ہوئے جو صاحب سجادہ والد بزرگوار ہوئے۔ حضرت کا وصال ۲۲ رجب المرجب ۹۰۹ ہجری میں ہوا۔ گنبد مبارک آپ کا موضع عرس مرکار ورنگل میں ہے۔

تذکرہ حضرت سید شاہ معین الدین حسن قدسؒ

آپ فرزند حضرت سید شاہ جلال الدین جلال البحر معشوق ربانی ثانی قدس سرہ کے ہیں۔ شرف ارادت و خلافت پدر بزرگوار سے رکھتے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد سجادگی پر مسند ہوکر ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ بڑے عالم و فاضل اور حافظ قرآن مجید تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد اکثر لوگوں نے قبر مبارک سے آپ کے تلاوت قرآن شریف کی آواز سنی ہے۔ اور خادم درگاہ نے بوقت ظہر

دیکھا ہے کہ آپ گنبد سے نکل کر مسجد میں رونق افروز ہوئے اور نماز پڑھ کر پھر گنبد شریف میں تشریف لے گئے ۔ غرضکہ آپ بھی صاحب کشف و کرامات ہیں ۔ وفات آپ کی سلخ محرم الحرام [illegible] کو ہوئی ۔ گنبد مبارک آپ کا گنبد پدر بزرگوار کے قریب جانب مشرق واقع ہے ۔

تذکرہ حضرت سید شاہ عبد الغنی قادری قدس سرہ

آپ چھوٹے فرزند حضرت سید شاہ معین الدین حسن کے تھے ۔ شرف ارادت وخلافت پدر بزرگوار سے رکھتے تھے ۔ صاحب تقویٰ و طہارت تھے ۔ کہتے ہیں کہ ایک عالم آپ سے فیضیاب ہوا ۔ وفات آپ کی ۱۹ رمضان المبارک کو ہوئی ۔ مزار پر انوار آپ کا موضع عرس میں پاس گنبد والد بزرگوار کے ہے ۔ آپکی بڑی بہن شاہ اولیا سلطان الفقرا صاحب کشف و کرامات تھیں ۔ جن کا وصال مدینہ منورہ میں ۱۳ ربیع الاول ۱۱۵۰ھ میں ہوا ۔ آپکو جسم تحت مزار عرس میں دفن کیا تھا ۔ مدینہ طیبہ سے لا کر حضرت بی بی صاحبہ کی گنبد میں بغرض زیارت رکھا ہوا ہے ۔ جو آپکی بی بی تھیں ۔

تذکرہ حضرت سید شاہ حسن عبد القادر قادری قدس سرہ

آپ سلطان الفقرا کے فرزند تھے ۔ شرف ارادت وخلافت پدر بزرگوار سے رکھتے تھے ۔ بعد پدر بزرگوار مسند ارشاد پر بیٹھے ۔ اور عالم کو فیض پہونچایا ۔ بہت سے کشف و کرامات آپ سے ظہور میں آئے ۔ جس وقت آپ موضع عرس سے حیدرآباد آنے کا قصد فرماتے تھے ۔ آن واحد میں حیدرآباد پہونچ جاتے تھے ۔ حضرت سید محمد حسن شاہ صاحب جن کی درگاہ کسارہ میں ہے آپ کے ہمعصر تھے ۔ آپ نہایت جذب رکھتے تھے ۔ اور کپڑے سے ستر عورت نہ کرتے تھے ۔ مگر جس وقت حضرت سید شاہ حسن عبد القادر کی سواری حیدرآباد میں داخل ہوتی تو آپ کسی سے لنگ لیکر باندھ لیتے ۔ ایک بار کسی نے آپ سے وجہ دریافت کی تو سید صاحب موصوف تبسم فرما کر سائل کے سر کو بغل میں لیا اور فرمایا کہ دیکھ کیا دیکھتا ہے کہ تمام لوگ جو بازار میں ہیں ننگے ہیں اور حضرت سید شاہ صاحب قدس سرہ

صرف انسان معلوم ہوتے ہیں۔ الغرض حضرت بڑے صاحب کمالات تھے۔ سماع کو آپ بہت پسند رکھتے تھے۔ تین سو قوال ہمیشہ آپ کے گرد و پیش رہتے اور آپ کو ہر وقت سماع میں استغراق رہتا تھا۔ اور آپ کی رحلت بھی عین سماع میں ۲۰ ماہ جمادی الآخر میں ہوئی۔ مزار پُر انوار متصل گنبد جد بزرگوار چبوترہ پر موضع عرب سرکار ورنگل میں واقع ہے۔

تذکرہ حضرت سید شاہ افضل بیابانی قدس سرہ

حضرت سید شاہ افضل بیابانی جن کا گنبد نورانی موضع قاضی پیٹھ میں واقع ہے۔ ایک آفتاب زمانہ گذرے ہیں۔ آپ سرکار ورنگل کے قاضی تھے۔ آپ کے کرامات و خوارق عادات بہت مشہور ہیں۔ آپ سادات رفاعیہ سے ہیں۔ حضرت سید شاہ ضیاء الدین بیابانی اور حضرت سید شاہ اشرف بیابانی جن کے مزارات مقدسہ انبر شریف میں موجود اور مشہور ہیں۔ حضرت کے اجداد کرام میں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسبی گویا سلسلۃ الذہب ہے۔ آپ کے ریاضات و مجاہدات اولیاء متقدمین کے جیسے تھے اولیاء وقت آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ بیکانیر میں ایک عارف رہتے تھے۔ وہ تو آپ کو بادشاہ وقت کہتے تھے۔ آپ کے خاندان میں طریقہ عالیہ۔ قادریہ و رفاعیہ و چشتیہ تھے مگر آپ کو حضرت محبوب اعلیٰ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص فیضان اویسی حاصل ہوا اور کمالات و فیوضات قادریہ کے آپ مظہر اتم ہوئے۔ حضرت محبوب اعلیٰ کے نام پاک کا اسقدر آپ احترام فرماتے کہ کوئی نا واقف یا دانستگی سے نام لیتا اور آپ اتفاق سے چارپائی پر سوتے ہوئے بھی ہوتے فوراً زمین پر اتر پڑتے۔ حضرت کے کرامات بچپن سے ظاہر تھے۔ حضرت کو علم ظاہری پورا تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ صاحب اقتدار تھے۔ آپ کو گاہ جذب و گاہ سلوک رہا کرتا تھا۔ آپ فقر اختیاری رکھا کرتے تھے۔ قلندرانہ مشرب تھا۔ دنیاوی تعلقات سے نہایت بے لوث رہے۔ اپنی زندگی میں کملی اوڑھ کر نہایت سادگی سے رہا کرتے تھے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ آپ بزرگ ہیں۔ ایک روز آپ کملی پہنے ہوئے دیہاتی لوگوں کی طرح

کسی درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ اُس وقت اتفاقاً کچھ سواروں کا اُدھر سے گذر ہوا جو کہیں کو جا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر پایا نہیں اور آپ سے بیگار منگوایا۔ آپ بے تکلف بوجھ اٹھا کر سواروں کے آگے بھاگنے لگے۔ اُس وقت کسی کو بھی کچھ معلوم نہ ہوا۔ مگر جب کچھ دور گئے تو سواروں نے دیکھا کہ جو گٹھڑی بیگار کی آپ کے سر پر رکھی گئی تھی وہ سر سے دو بالشت بلندی پر ہوا میں معلق چلی جا رہی ہے۔ سوار اس کرامت کو دیکھ کر فوراً گھوڑوں پر سے اترے اور حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور قدم چوم کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ اس تاریخ سے وہ سواران کثیر تعداد میں حضرت موصوف سے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار مبارک سے ایک خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ یہ بھی واقعہ مشہور ہے کہ بعض اہل رسالہ حضرت کے پاس بغرضِ ارادت حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ حتیٰ کہ مدت رخصت کچھ باقی نہ رہی۔ ملازمت کا معاملہ تھا۔ ادب اس بارے میں کچھ عرض نہ کر سکے مگر دل میں ملازمت سے مایوس ہو گئے تھے۔ حضرت اُن کے ضمایر پر مطلع ہو کر ان کے آنکھوں پر پٹی بندھوا کر شب بھر میں مقامات دور و دراز میں پہنچا دئے اور وہ لوگ اندیشہ ملازمت سے محفوظ رہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے کرامات حضرت کے مشہور ہیں۔ گویا آپ تیرھویں صدی کے قطب تھے۔ آپ کی یہ ادنیٰ کرامت تھی کہ بڑے بڑے مشکل مسایل کو ایک آن میں ایسا حل کر دیتے تھے کہ جن کا سمجھنا فہم انسانی سے بعید قیاس کیا جاتا تھا۔ پیش آئندہ واقعات کی اکثر خبر دیتے تھے۔ آپ کے زمانہ حیات میں بہت سے لوگ آپ کے مرید و معتقد تھے چنانچہ حضرت کے فیض یافتہ افراد میں سے میاں صاحب مجذوب ہو وقت اورنگ آباد میں زندہ ہیں۔ اب تک حضرت کے مزار شریف کی ہندو مسلمان نہایت ادب سے تعظیم کرتے ہیں۔ حضرت کا وصال ایکسٹھ سال کی عمر میں ۲۶ صفر المظفر ۱۲۷۳ ہجری میں ہوا۔ "قدوۃ العشاق ربانی" مادہ تاریخ ہے۔ آپ کا گنبد مبارک قاضی پیٹھ میں ہنمکنڈہ سے پانچ میل پر واقع ہے۔ اور عرس حضرت کا ہر سال ماہ صفر میں ہوتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب قبلہ جانشین و سجادہ آستانہ طریقت ہیں جو ایک ذی علم اور با وقار بزرگ ہیں۔

تذکرہ حضرت عبدالنبی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اورنگ آباد کے رہنے والے اور کسی سید [illegible] کے فرزند تھے۔ پہلے آپ اورنگ آباد سے ہنگنڈہ تشریف لاکر سات آٹھ سال تک شب و روز [illegible] تالاب [illegible] پتھر کی چٹان پر بیٹھے دھوپ اور بارش میں [illegible] بیٹھے رہتے۔ ان دنوں [illegible] واڑہ کے ایک برہمن زمیندار مسمی [illegible] کو جسکا باغ [illegible] واڑہ میں مشہور ہے شاہ صاحب کی یہ حالت دیکھ کر [illegible] ہو گئی۔ اور وہ بمنت و سماجت تمام شاہ صاحب کو وہاں سے اٹھا [illegible] اپنے مکان کو لایا اور اپنی [illegible] سے ان کے خورونوش کا انتظام کیا۔ اس کے بعد شاہ صاحب [illegible] آکر [illegible] الدین علی سوداگر کے [illegible] دواخانہ میں فروکش ہوئے۔ کئی سال تک وہاں بسر کرنے کے [illegible] بازار میں چاوڑی کے قریب ایک تیلی کے مکان میں اقامت اختیار فرمائے۔ چند سال کے بعد وہاں [illegible] آپ کا دل اکتا گیا تو ہنگنڈہ کی گڑھی میں آکر سکونت اختیار کی۔ آپکی سکونت کا مکان گڑھی میں تحصیل کچہری کے [illegible] تک [illegible] اور عبدالنبی شاہ صاحب کے چلہ کے نام سے مشہور رہا ہے۔ [illegible] سال [illegible] سے نکال کر درگاہ شریف کو لایا گیا ہے۔ جس مقام پر اسوقت آپ کا مزار شریف ہے [illegible] آپ [illegible] اپنا [illegible] تمام حیات آپ یہاں تشریف لاکر بیٹھا کرتے تھے۔ آپکی عادت تھی کہ اگر کوئی [illegible] آپ کو [illegible] اپنے اور [illegible] سے معتقد ہو گئے کہ وہ [illegible] سمجھکر اسکی خدمت کیا کرتے تھے۔

آپ بہت کم گفتگو کرتے تھے۔ جب کبھی انتہا درجہ کی خوشی ہوتی تو دو ایک لفظ کسی سے کہہ دیتے۔ [illegible] لوگ آپ [illegible] پہننے کے لئے جوتے لا دیتے مگر آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی [illegible] کے پاس [illegible] آپ اسکو فوراً [illegible] کر دیتے۔ چنانچہ حضرت کے پاس ہمیشہ جوتوں کا ایک انبار لگا رہتا تھا۔ [illegible] آپ پاس جمع کرتے تھے۔ مگر وہ کسی سے کچھ نہ بولتے۔ جب کبھی کسی کے حال پر متوجہ ہوتے تو اسکو ایک جوتا اٹھا کر مار دیتے۔ جس شخص کو جوتا لگتا وہ باعث برکت اور سبب فتوح سمجھتا اور نہایت خوشی اور مسرت سے اپنے مکان جاتا۔ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپکا جوتا لگ جاتا وہ اپنے مراد کو پہونچ جاتے تھے۔ حضرت سید شاہ افضل بیابانی ہر جمعہ کو ادائی نماز جمعہ کیلئے ہنگنڈہ تشریف لاتے تھے۔ اور بعد نماز جمعہ گڑھی میں جاکر حضرت عبدالنبی شاہ صاحب سے ملاقات کرتے اور گھنٹوں دونوں

میں کچھ اسرار کی گفتگو ہوا کرتی تھی جسکو دوسرے لوگ سنتے تھے مگر سمجھ نہ سکتے تھے چونکہ حضرت اس وقت شطرنج بھی اکثر کھیلا کرتے تھے جس کا ہر نقطہ حقایق اور معارف سے مملو ہوتا تھا۔ حضرت کو پچیسی کھیلنے کا بڑا شوق تھا پچیسی کی چالوں میں آپ طریقۂ سلوک کے لاینحل مسئلوں کو حل کرتے اور آپ کے ساتھ کھیلنے والوں کو طریقہ وحدانیت پر چلنے کے لئے اس ترکیب سے سیدھا راستہ بتاتے تھے۔

مشہور ہے کہ جس زمانہ میں پلٹن ہنمکنڈہ میں رہا کرتی تھی اوس زمانہ میں پلٹن کا میگزین یعنے بارودخانہ اس مقام پر تھا جہاں اسوقت مہتمم کوتوالی کی کچہری ہے۔ پلٹن کے چلے جانے کے بعد بارودخانہ یہیں تھا۔ اسمیں قدیم زمانہ کا پرانا بارود اور ہزار ہا ٹوٹے رکھے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حنیف صاحب مرحوم تعلقدار ضلع کے نام اوسکا کوئی انتظام کرنیکے لئے سرکار سے حکم صادر ہوا۔ تعلقدار صاحب اوس کے دیکھنے کے لئے بارودخانہ کو آرہے تھے۔ آتے وقت حضرت کی قیامگاہ پر سے انکا گذر ہوا۔ حضرت نے انہیں دیکھکر فرمایا کہ کیوں مرنے کیواسطے جارہا ہے۔ تعلقدار صاحب نے اسکا کچھ خیال نہ کیا اور بارودخانہ کو آئے۔ ہادی علی صاحب مہتمم کوتوالی وغیرہ دو چار چپراسی۔ محاسب کوتوالی وجمعدار وغیرہ اُن کے ہمراہ تھے۔ یہ سب کے سب بارودخانہ میں گھسے اور ہر ایک چیز کو دیکھنے لگے۔ اسوقت وہاں جیلخانہ کے قیدی پرانی بارود کے ڈھیلوں کو سبلوں سے توڑ رہے تھے کہ ایک سبل کسی کنکر سے ٹکرایا اوس سے آگ پیدا ہوئی اور بارودخانہ اُڑ گیا۔ جسقدر آدمی اوسمیں موجود تھے مع تعلقدار صاحب ہلاک ہوئے۔ قیدیوں اور چپراسیوں وغیرہ کی تو یہ حالت ہوئی تھی کہ اونکی نعشیں پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ تعلقدار صاحب اور مہتمم صاحب کوتوالی میں دم باقی تھا۔ چار یا پانچ روز کے بعد ان دونوں کا بھی انتقال ہوگیا۔

غرضکہ حضرت کے حین حیات بہت سے لوگ آپکے معتقد تھے اور اب بھی حضرت کا مزار پرانوار عام زیارتگاہ اہل عقیدت ہے۔

تذکرہ حضرت قاسم شہید رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے بھائیوں کا

مشہور ہے کہ حضرت قاسم شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار مبارک ایک چبوترہ مٹی کا تھا جسپر

قلعہ کے صدر دروازہ کے باہر واقع ہے بڑے عالم فاضل اور حافظ قرآن تھے۔ آپ اور آپ کے تین بھائی یعنے حضرت روشن شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار بوڑکی بی کے تکیہ میں ایک چھوٹی سی مسجد کے بازو میں ہے۔ حضرت شاہ نور شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار موضع عرس کے باہر جانب شرق کوئی پاؤ میل پر ہے اور حضرت جان پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار جانب شرق مٹی کی فصیل قلعہ کے باہر ہے۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کی فوج میں ملازم تھے۔ جسوقت سلطان نے خان اعظم عبداللطیف کو سرلشکر فوج کر کے مع فوج کثیر ورنگل فتح کرنے کے لئے روانہ کیا تو یہ چاروں بھائی بھی جو اوس فوج میں شامل تھے ورنگل آئے۔ مسلمانوں کی فوج کی کثرت دیکھکر راجہ گھبرایا اور قلعہ بند ہوگیا اسلئے اسلامی فوج ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ کی ہوی پڑی رہی۔۔ اس اثنا میں کہتے ہیں کہ ایک شب موسلا دھار بارش ہوی اور تیز و تند ہوا چلنے لگی۔ کل اسلامی فوج خیموں میں تھی۔ ہوا کی شدت سے خیموں میں جتنے چراغ تھے سب کے سب گل ہوگئے۔ مگر صرف ایک چراغ اوس خیمہ میں جس میں یہ چاروں بھائی رہتے تھے روشن جل رہا تھا۔ اور یہ چاروں بھائی تلاوت قرآن مجید میں اوسوقت مصروف تھے۔ افسر فوج اس حالت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور علی الصباح ان چاروں بھائیوں کو بڑی تعظیم و تکریم سے بلا کر استفسار کیا کہ قلعہ کب فتح ہوگا۔ اوسوقت آپ نے فرمایا کہ ہمارے سروں کے ساتھ قلعہ کا فتح ہونا مقدر میں لکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قلعہ کے سپاہی محاصرہ سے تنگ آکر اسلامی فوج پر حملہ آور ہوے طرفین میں ایک جنگ عظیم ہوی۔ تین بھائی یکے بعد دیگرے شہید ہو چکے۔ چوتھے بھائی حضرت قاسم شہید نے جب شربت شہادت نوش فرمایا تو فوج اسلام کا تسلط قلعہ پر ہوگیا۔

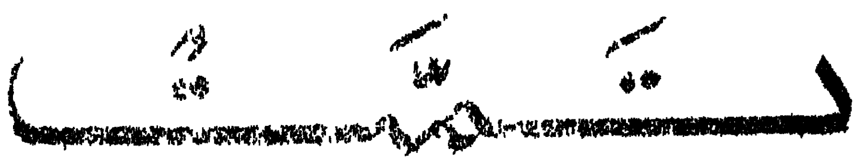
تذکرۂ حضرت ہیرا شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی صاحب کرامات گذرے ہیں۔ بارھویں صدی ہجری میں بزمانہ دیوانی مہاراجہ چندو لال بہادر آپ ہندوستان سے وارد دکن ہوے اور ہنمکنڈہ میں آکر عرصہ تک ایک فیض عام جاری رکھا۔ مہاراجہ کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ چنانچہ انہوں نے آپکے لئے ایک مسجد تعمیر کروا دیا تھا جو

اب تک جاری ہے - آپکا ایک مزار ... کے قبرستان میں ہے ... ایک ... موجود
ہے اور جو پیر اشاہ میاں کا تکیہ کہلاتا ہے -

ہنمکنڈہ میں اور بھی بہت سے بزرگ گذرے ہیں جن کے تفصیلی حالات ... ہم
جن جن کے مزارات کا پتہ چلا ہے وہ ذیل کردیا جاتا ہے -

حضرت پیر کریم ... و حضرت پیر ... رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کالا ... میں ہیں -
حضرت سید بڈان اور حضرت پیر جنید کے مزار گوپیان ... میں ہیں -
حضرت پیر مصلی صاحب کا مزار عیدگاہ ورنگل کے عقب میں کچھ فاصلہ پر ہے -
حضرت پیر ... کا مزار ... صاحب ... میں ہے -
حضرت پیر کروات کا مزار ... کے باہر ... کے راستہ میں ہے -
حضرت عابد شاہ صاحب کا مزار چھوٹی سی پہاڑی پر متصل ... ہنمکنڈہ میں ہے -
حضرت سید صاحب کا مزار ... میں ہے -
حضرت شاہ رکن ... حضرت سید شاہ ... کا مزار ... میں ہے



نوٹ - بلا اجازت مؤلف کتاب ہذا ... سرقہ ہے -



اعلان

ارمغان سلطانی
سیر گلبرگہ

اس کتاب میں شہر گلبرگہ کے موجودہ حالات - [illegible] حضرت مخدوم بندگی عاشق شیخ [illegible] بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہ و دیگر اولیائے کرام شہر گلبرگہ کی فیاض زندگی اور ان کے [illegible] مختلف مستند و معتبر کتب قلمی سے اخذ کرکے بہ نہایت [illegible] تاریخ گلبرگہ شریف درج ہیں - ونیز حالات سلاطین بہمنیہ بھی مندرج ہیں - چنانچہ ذیل میں فہرست کتاب کا کچھ حصہ بطور نمونہ درج ہے

دیباچہ - مقام گلبرگہ - تقسیم آبادی - گلبرگہ کا مختصر حال - قلعہ و مسجد [illegible] - حسن آباد وغیرہ [illegible] مشہور عمارات - قوم مومن کا طرز معاشرت - عشرہ محرم - چھیلا - اہتمام عرس شریف - کشتی [illegible] قوم لنگایت اور ان کی دیول - حکومت - صنعت - تجارت - تعلیم - ذکر حضرت خواجہ بندہ نواز - شجرہ نسب - اسباب ورود دہلی - تاریخ ولادت - حضرت کی ولایت کی پیشنگوئی - بچپن کے حالات - آثار ولایت - حضرت والد کا وصال و کرامات - حالات حصول ارادت - تحصیل علوم ظاہری و باطنی - حضرت خواجہ نصیر [illegible] وفات - وبا کا صدمہ - شادی - سجادگی و خلافت - وصال مرشد - شجرہ خلافت - تکمیل ولایت - ارشاد و تلقین - وجہ ترک دہلی و ورود گلبرگہ - سلطان فیروز بہمنی سے ناراضگی - اسباب ناراضگی - تبدیل مقام سکونت - سلطان فیروز کو حضرت کی بددعا اور احمد خاں خانخاناں کی تخت نشینی - کشف و کرامات - کیفیت وصال - وراثت و سجادگی - تعمیر روضہ مبارک - اولاد حضرت - ذکر خلفائے حضرت - نقل وجود العاشقین [illegible] خاص حضرت خواجہ صاحب - تفصیلی حالات حضرت شیخ سراج الدین جنیدی و حضرت شاہ رکن الدین تولہ - و دیگر بزرگان دین شہر گلبرگہ شریف و سلاطین بہمنیہ وغیرہ وغیرہ -

اس کتاب کو خود اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی مد ظلہ العالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے مصنف صاحب کی نذر کردہ دست مبارک سے لیکر شرف قبولیت عطا فرمایا ہے۔ مطبع مفید عام آگرہ میں نہایت عمدگی کے ساتھ نفیس چھپی ہوئی [illegible]